حق کا داعی اور مسلک سلف کا ترجمان

جنوری-فروری ۲۰۲۵ء

مجلّہ

الجماعۃ

خصوصی شمارہ

مضامین و مقالات بمناسبت

دورۂ علمیہ برائے ائمہ و دعاۃ

بعنوان: ''راہِ سلف راہِ وسطیت و اعتدال''

منعقدہ

بتاریخ: ۵/جنوری ۲۰۲۵ء بروز اتوار مطابق ۴/رجب ۱۴۴۶ھ

بمقام: جامع مسجد اہل حدیث مومن پورہ ممبئی-۴۰۰۰۱۱

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یداللہ علی الجماعۃ

حق کا داعی اور مسلک سلف کا ترجمان

مجلّہ

الجماعۃ

خصوصی شمارہ

رجب-شعبان ۱۴۴۶ھ ● جنوری-فروری ۲۰۲۵ء

پتہ

دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ۱۴-۱۵، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو-ایل.بی.ایس مارگ، کرلا ویسٹ ممبئی-۷۰

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 400 070

9892255244 9892555244 ahlehadeesmumbai@gmail.com @JamiatSubai

subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai

www.ahlehadeesmumbai.com majallahaljamaah@gmail.com

نگارشات

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں ہے۔

حلقۂ قرآن

صراطِ مستقیم

● شیخ رفیع اللہ سلفی (داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

قال اللہ تعالیٰ:

﴿ٱهۡدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلۡمُسۡتَقِيمَ﴾ [الفاتحہ:۵]

قارئین کرام! سورہ فاتحہ ایک دعاء ہے اور دعا کرنے کا بہترین طریقہ بھی سکھاتی ہے جیسا کہ سب سے پہلے بندے نے اللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر اپنے اعمال پیش کئے اور پھر توحید الوہیت وربوبیت کا اعتراف کرنے کے بعد صحیح راستے کی طرف راہنمائی مانگی جارہی ہے کہ اے اللہ! ہمیں سیدھی راہ دکھا۔

آیت مذکورہ کے دو جزء ہیں: (۱) ہدایت (۲) صراط مستقیم

لفظ ہدایت عموماً دو معنی میں استعمال ہوتا ہے:

(۱) راہنمائی کرنا، راستہ بتانا، راستہ دکھانا۔

(۲) راستہ دکھا کر منزل مقصود تک پہنچانا۔

قرآن مجید میں لفظ ہدایت دونوں معنی میں مستعمل ہے۔

(۱) ہدایت بمعنی **إراءة الطريق** راستہ دکھانا، بتانا، راہنمائی کرنا۔

﴿شَهۡرُ رَمَضَانَ ٱلَّذِيٓ أُنزِلَ فِيهِ ٱلۡقُرۡءَانُ هُدٗى لِّلنَّاسِ﴾ [البقرۃ:۱۸۵]

''رمضان کا مہینہ وہ ہے کہ جس میں قرآن نازل کیا گیا جو تمام لوگوں کو راستہ بتاتا ہے''۔

﴿وَهَدَيۡنَٰهُ ٱلنَّجۡدَيۡنِ﴾ [البلد:۱۰] ''ہم نے انسان کو (حق وباطل) دونوں راستے بتادئے''۔

﴿وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيۡنَٰهُمۡ فَٱسۡتَحَبُّواْ ٱلۡعَمَىٰ عَلَى ٱلۡهُدَىٰ﴾ [حم السجدۃ:۱۷] ''اور قوم ثمود کو ہم نے سیدھا راستہ بتادیا تھا لیکن انہوں نے ہدایت کے مقابلہ میں گمراہ رہنا پسند کیا''۔

راستہ بتانے کے بعد اللہ تعالیٰ لوگوں کو چھوڑ دیتا ہے کہ خواہ وہ مومن بنیں یا کافر یعنی قرآن مجید پر عمل کریں یا اس کے احکامات سے انحراف کریں۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَقُلِ ٱلۡحَقُّ مِن رَّبِّكُمۡۖ فَمَن شَآءَ فَلۡيُؤۡمِن وَمَن شَآءَ فَلۡيَكۡفُرۡ﴾ [الکہف:۲۹] ''(اے رسول ﷺ) آپ کہہ دیجئے! حق تمہارے رب کی طرف سے آچکا ہے، اب جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے''۔

معلوم ہوا ہدایت کا ایک معنی راستہ دکھانے کے ہیں جیسا کہ راستہ بتانے والے کو عرب ہادی کہتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: اللہ کے نبی ﷺ ہجرت کرتے ہوئے سوئے مدینہ محوسفر تھے جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کی سواری پر پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بوڑھے ہوگئے تھے اور ان کو لوگ پہچانتے بھی تھے لیکن نبی ﷺ ابھی جوان معلوم ہوتے تھے اور آپ کو لوگ عام طور سے پہچانتے بھی نہ تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو راستے میں جو آدمی بھی ملتا تو وہ

پوچھتا:"يَا أَبَا بَكْرٍ، مَنْ هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْكَ؟".

''اے ابوبکر! یہ جو تیرے آگے آدمی ہے کون ہے؟'' تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:"هَذَا الرَّجُلُ يَهْدِينِي السَّبِيلَ" ''یہ ہادی ہے جو مجھے راستہ بتلاتا ہے''۔

اس سے سوال کرنے والا یہ خیال کرتا کہ زمین کا راستہ دکھلانے والا ہے جبکہ اس سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مراد بھلائی کا راستہ تھا۔ (صحیح بخاری مناقب الانصار، باب ہجرۃ النبی واَصحابہ الی المدینۃ:۳۹۱۱)

ہدایت کا دوسرا معنیٰ ''الإيصال إلى المطلوب''

''راستہ دکھا کر منزل مقصود تک پہچانا''۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ قرآن مجید "هدى للناس" یعنی قرآن مجید لوگوں کو راستہ دکھاتا ہے لیکن راستہ پر چل کر منزل مقصود تک صرف متقین کو پہنچاتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے:"هدى للمتقين" یعنی قرآن مجید ایسی کتاب ہے جو متقی لوگوں کو سیدھے راستہ پر چلا کر منزل مقصود تک پہنچاتی ہے۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ثُمَّ كَفَرُواْ ثُمَّ ءَامَنُواْ ثُمَّ كَفَرُواْ ثُمَّ ٱزْدَادُواْ كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ ٱللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيلًا﴾[النساء:۱۳۷]

''جن لوگوں نے ایمان قبول کر کے پھر کفر کیا، پھر ایمان لا کر پھر کفر کیا، پھر اپنے کفر میں بڑھ گئے، اللہ تعالیٰ یقیناً انہیں نہ بخشے گا اور نہ انہیں راہ ہدایت سمجھائے گا''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اسی لئے فرمایا گیا تھا کہ آپ لوگوں کو پیغام پہنچانے اور راستہ دکھانے، بتانے والے ہیں آپ ان پر داروغہ ہیں اور نہ ہی انہیں منزل مقصود تک پہنچا سکتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا سے کہا:

"قل لا إله الا الله أشهد لک بها يوم القيامة". ''چچا جان! لا الہ الا اللہ کہہ دیجئے! میں آپ کے لئے قیامت کے دن یہ کلمہ کہنے کی شہادت دوں گا''۔

اس کے جواب میں ابوطالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہنے لگے:"لَوْلَا أَنْ تُعَيِّرَنِي قُرَيْشٌ، يَقُولُونَ: إِنَّمَا حَمَلَهُ عَلَى ذَلِكَ الْجَزَعُ لَأَقْرَرْتُ بِهَا عَيْنَكَ". (صحیح مسلم: الایمان، باب الدلیل علی صحۃ إسلام من حضرۃ الموت: ۴۲/۱۲۵، صحیح بخاری:۱۳۶۰) ''بھتیجے! اگر مجھے قریش کی طعنہ زنی کا ڈر نہ ہوتا کہ وہ کہیں گے کہ گھبراہٹ نے ابوطالب کو ''لا الہ الا اللہ'' کہنے پر مجبور کر دیا تو میں یہ کلمہ کہہ کر تیری آنکھوں کو ٹھنڈا کر دیتا''۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِى مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَهْدِى مَن يَشَآءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِٱلْمُهْتَدِينَ﴾[القصص:۵۶] ''اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جسے آپ چاہیں اسے ہدایت نہیں دے سکتے (منزل مقصود تک نہیں پہنچا سکتے) اللہ ہی ہے جو جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے''۔

صحابہ کرام نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ اپنے چچا کے کیا کام آسکے کہ وہ تو آپ کی حفاظت کے لئے چاردیواری بن جایا کرتے تھے اور آپ کی وجہ سے آپ کے ستانے والوں پر غضب ناک ہوا کرتے تھے یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"هُوَ فِي ضَحْضَاحٍ مِنْ نَارٍ، وَلَوْلَا أَنَا لَكَانَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ". ''وہ جہنم کی اس جگہ میں جہاں

آگ ٹخنوں تک رہتی ہے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے نچلے حصے میں ہوتے''۔

ایک روایت میں ہے کہ انہیں آگ کی جوتی پہنائی جائے گی جس سے دماغ ہنڈیا کی طرح ابلے گا۔(صحیح بخاری: مناقب الانصار، باب قصة أبي طالب: ۳۸۸۳،۳۸۸۵)

رسول اللہ ﷺ تو صرف راستہ ہی دکھاتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾[الشوریٰ: ۵۲] ''اور بلاشبہ آپ تو صراط مستقیم کی طرف راہنمائی فرماتے ہیں''۔

آیت مذکورہ کا دوسرا جزء صراط مستقیم ہے۔ اگرچہ ہر گروہ اور شخص اپنے آپ کو صراط مستقیم سیدھے راستے پر سمجھتا ہے جبکہ حقیقت ایسی نہیں۔

﴿كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ﴾[المؤمنون: ۵۳] ''ہر گروہ اسی چیز پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے''۔

حق اور صراط مستقیم کیا ہے ارشاد ہوتا ہے۔ ﴿وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ﴾[محمد: ۲] ''اور ایمان لاؤ اس چیز پر جو محمد پر نازل کی گئی ہے وہی حق ہے تمہارے رب کی طرف سے''۔

اور محمد کریم ﷺ پر کیا نازل ہوا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَنزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ [النساء: ۱۱۳] ''اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب (قرآن) اور حکمت (حدیث) نازل فرمائی ہے''۔

معلوم ہوا صراط مستقیم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرامین پر اتباع کا نام ہے۔

﴿فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ﴾[یونس: ۳۲] ''پس حق کے بعد جو کچھ بھی ہے وہ گمراہی ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی اپنی اور اپنے رسول محمد ﷺ کی پیروی کو صراط مستقیم کہا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَن يَعْتَصِم بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ [آل عمران: ۱۰۱] ''جس نے اللہ کو مضبوطی سے پکڑ لیا (یعنی اللہ کی توحید اور اس کے دین پر قائم رہا) اس کو صراط مستقیم کی ہدایت مل گئی''۔

﴿فَاعْبُدُوهُ ۗ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ﴾[آل عمران: ۵۱] ''اللہ کی عبادت کرتے رہو یہی صراط مستقیم ہے''۔

رسول اللہ ﷺ کی پیروی کیوں کرنی ہے؟ اس لئے: ''**قل انني هداني ربي إلى صراط مستقيم**''. ''(اے رسول ﷺ) کہہ دیجئے بلاشبہ میرے رب نے مجھے صراط مستقیم کی ہدایت دی ہے''۔

یہاں ایک بات ذہن نشین کرلیں کہ صراط مستقیم کی محدثین نے کئی تفسیریں کی ہیں کہ اس سے کیا مراد ہے؟ مفسرین فرماتے ہیں کہ صراط مستقیم کے کئی معنی مراد ہیں اس سے مراد اسلام ہے، قرآن وسنت ہے، حق مراد ہے۔ الغرض قرآن مجید میں صراط مستقیم کے لئے یہ تمام معنی ومفہوم درست ہیں جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔ البتہ ایک مثال بیان کرتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے خود ذکر فرمائی ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی مثال (اس طرح) بیان کی ہے (کہ وہ ایک سیدھا راستہ ہے) راستہ کے دونوں جانب دو دیواریں ہیں جن میں کھلے ہوئے کئی دروازے ہیں ان دروازوں پر پردے لٹکے ہوئے ہیں، راستے (کے دروازے) پر ایک پکارنے والا پکار رہا ہے، وہ کہہ رہا ہے،

اے لوگو! اس راستہ میں سب اکٹھے داخل ہو جاؤ اور (اِدھر اُدھر) نہ مڑو راستہ کے اوپر (کی طرف) ایک اور پکارنے والا پکار رہا ہے، جب تم میں سے کوئی ان دروازوں کے کسی پردہ کو کھولنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ کہتا ہے تمہاری خرابی ہو۔ اسے نہ کھولنا۔ اگر تم نے اسے کھولا تو تم اس میں (ضرور) داخل ہو جاؤ گے (سنو) وہ راستہ ''اسلام'' ہے وہ پردے (یا دیواریں) اللہ کی حدیں ہیں وہ کھلے ہوئے دروازے اللہ کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔ راستہ کے سرے پر جو پکارنے والا ہے وہ اللہ کی کتاب ہے اور راستہ کے اوپر کی طرف پکارنے والا وہ اللہ کا واعظ ہے جو ہر مسلم کے دل میں نصیحت کرتا رہتا ہے۔ (مستدرک حاکم: ۱/۷۳، مسند احمد: ۱/۸۳)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے (سمجھانے کے) لئے ایک خط (لکیر کھینچی) کھینچا پھر فرمایا: یہ اللہ کا راستہ ہے پھر اس کے دائیں اور بائیں چند خطوط کھینچے اور فرمایا یہ (شیطان کے) راستے ہیں ان میں سے ہر ایک پر شیطان ہے جو اپنی طرف بلا رہا ہے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ﴾ [الانعام: ۱۵۳] بے شک یہ میرا سیدھا راستہ ہے سب اس کی پیروی کرو اور ان راستوں پر نہ چلنا ورنہ تم اللہ کے راستے سے علیحدہ ہو جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ ان باتوں کا تمہیں حکم دیتا ہے تا کہ تم متقی بن جاؤ''۔ (مستدرک حاکم: ۲/۲۳۸)

قارئین کرام! اللہ اور اس کے رسول کے راستے کو چھوڑ کر اپنے آباء واجداد اور اماموں، پیروں فقیروں کے راستے پر چلنے والے صراط مستقیم پر نہیں، غور کریں۔ خلاصہ کلام یہ ہوا کہ صراط مستقیم قرآن وسنت کا وہ راستہ ہے جس پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام تھے، باقی سب راستے گمراہی اور ضلالت کی طرف لے جاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت پر ایک وقت آئے گا کہ یہ بنی اسرائیل کی طرح کے سبھی کام کرنے شروع کر دیں گے حتی کہ جوتی کے تسمہ کے برابر بھی فرق نہ رہے گا اگر بنی اسرائیل کے لوگوں نے اپنی ماں سے علانیہ زنا کیا تھا تو یہ بھی اس سے پیچھے نہیں رہیں گے۔ بنی اسرائیل میں (۷۲) فرقے تھے اور میری امت (۷۳) فرقوں میں بٹ جائے گی، ان میں صرف ایک ہی جنتی ہوگا باقی سب جہنمی ہوں گے۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کونسا گروہ ہوگا جو سچا، حق پر ہوگا اور جنتی ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا: **"ما أنا عليه و أصحابی"**. (جامع الترمذی: ۲۶۴۱) ''وہی راستہ کہ جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں''۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، اگر تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہوگے اور وہ اللہ کی کتاب (قرآن) اور اس کے رسول کی (حدیث) سنت ہے''۔

جس طرح ہر کالی چیز کوئلہ نہیں، ہر چمکنے والی چیز سونے کی نہیں ہوتی، ہر پھول گلاب کا نہیں ہوتا، ہر پانی آب زمزم نہیں ہوتا، ہر سفید چیز چاندی نہیں ہوتی اور ہر کالا کوٹھا بیت اللہ نہیں ہوتا ایسے ہر راہ صراط مستقیم نہیں ہوتی۔

اللہ ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق دے۔ (آمین)

حلقۂ حدیث

صراط مستقیم کولازم پکڑیں

● شیخ عبدالجبار انعام اللہ سلفی (استاذ جامعہ رحمانیہ کاندیولی، ممبئی)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ : خَطَّ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا، ثُمَّ قَالَ: "هَذَا سَبِيلُ اللَّهِ". ثُمَّ خَطَّ خُطُوطًا عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ، ثُمَّ قَالَ : "هَذِهِ سُبُلٌ - قَالَ يَزِيدُ : مُتَفَرِّقَةٌ - عَلَى كُلِّ سَبِيلٍ مِنْهَا شَيْطَانٌ يَدْعُو إِلَيْهِ". ثُمَّ قَرَأَ: "﴿وَأَنَّ هَٰذَا صِرَٰطِي مُسْتَقِيمًا فَٱتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُواْ ٱلسُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِۦ﴾ [الانعام: ۱۵۳]".

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سیدھی لکیر کھینچ کر فرمایا: یہ اللہ کا سیدھا راستہ ہے۔ پھر اس کے دائیں اور بائیں اور کھینچ کر فرمایا: یہ ایسے راستے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک پر شیطان ہے جو اس کی طرف دعوت دے رہا ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ پڑھی: ﴿وَأَنَّ هَٰذَا صِرَٰطِي مُسْتَقِيمًا فَٱتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُواْ ٱلسُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِۦ﴾ [الانعام: ۱۵۳] اور یقیناً یہ میرا سیدھا راستہ ہے، لہٰذا تم اسی کی پیروی کرنا، دوسرے راستوں کی پیروی نہ کرنا کہ وہ تمہیں اللہ کے راستے سے الگ کردیں گے۔

(مسند احمد مخرج ا/207،436، 7/ حدیث: 4142،4437)

راویٔ حدیث: اس حدیث کے راوی حضرت ابن مسعود بن غافل بن حبیب الھذلی رضی اللہ عنہ ہیں، ان کا نام عبداللہ ہے۔ سابقین اوّلین میں سے ہیں۔ بزرگ اور نہایت عقل مند و دانش مند فقہاء صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں شمار ہوتے ہیں۔ غزوۂ بدر اور دیگر معرکوں میں شریک ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے۔ حضر وسفر کے ساتھی تھے۔ انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تقرب حاصل تھا۔ مسواک، جوتا اور تکیہ وغیرہ اٹھا کر دیتے تھے، ان کے مناقب وفضائل بہت زیادہ ہیں۔ کوفہ میں حضرتِ عمر کے زمانہ خلافت اور حضرت عثمان کے ابتداء زمانۂ خلافت میں بیت المال اور قضاء کے ذمہ دار تھے، پھر حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں مدینہ منورہ بلالیا اور وہیں 32ھ/ہجری میں فوت ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً ساٹھ برس تھی۔ (الاصابۃ فی تمییز الصحابہ، 4/129،130 دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

تشریح: اس حدیث میں صراط مستقیم کو لازم پکڑنے اور اس پر چلنے کی تاکید کی گئی ہے، اور دیگر متعدد راستوں کو اپنانے اور ان پر چلنے سے روکا گیا ہے کیونکہ وہ شیطان کے راستے ہیں جن پر وہ بیٹھ کر لوگوں کو سیدھے راستے سے گمراہ کرنے اور بھٹکانے کی کوشش کرتے ہیں۔

"صراط مستقیم" کہتے کسے ہیں؟ امام ابوجعفر ابن جریر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ امت کے تمام اہل تفسیر کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صراط مستقیم اس صاف اور واضح راستے کو کہتے ہیں جو کہیں سے ٹیڑھا نہ ہو۔ تمام عربوں کی زبان میں بھی یہ اسی معنی میں مستعمل ہے، مثلاً جریر بن عطیہ خطفی کا شعر ہے۔

أميرُ المُؤْمِنِينَ عَلَى صِراطٍ
إِذَا اعْوَجَ المَوَارِدُ مُسْتَقِيمِ

جب راستے ٹیڑھے ہوجائیں تو امیر المؤمنین ہمیشہ سیدھے راستے ہی پر ہوتے ہیں۔

وہ فرماتے ہیں کہ اس کے اور بھی بے شمار شواہد ہیں، پھر عرب صراط کے لفظ کو ہر اس قول وعمل اور وصف کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں جو سیدھا یا ٹیڑھا ہو۔ سیدھا ہو تو اسے مُستقیم اور ٹیڑھا ہو تو اسے مُعوج کہتے ہیں۔ (تفسیر طبری 110،109/1)

اور ایک شخص نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ صراط مستقیم کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ: اس سے مراد وہ راستہ ہے کہ جس کے ایک کنارے پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں چھوڑا تھا اور اس کا دوسرا کنارا جنت میں ہے اور اس کے دائیں جانب بھی پگڈنڈیاں ہیں اور بائیں جانب بھی اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو وہاں سے گزرنے والوں کو دعوت دیتے ہیں جس نے ان پگڈنڈیوں کو اختیار کرلیا وہ اسے جہنم میں لے جائیں گی اور جو صراط مستقیم پر چلتا رہے، وہ اسے جنت میں پہنچادے گا، پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ الٹانے اس موقع پر یہ آیت کریمہ پڑھی:

﴿وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ﴾ (تفسیر 8/117)

اس کی مزید وضاحت حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے ہوجاتی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی نے صراط مستقیم کی مثال اس طرح بیان کی ہے کہ جیسے رستے کے دونوں طرف دو دیواریں ہوں اور ان دونوں دیواروں میں کھلے ہوئے دروازے ہوں، دروازوں پر لٹکتے ہوئے پردے ہوں، راستے کے دروازے پر ایک دعوت دینے والا یہ دعوت دے رہا ہو کہ اے لوگو! آؤ اور سب کے سب صراط مستقیم میں داخل ہوجاؤ اور الگ الگ راستے اختیار نہ کرو اور ایک دعوت دینے والا راستے کے درمیان سے بھی دعوت دیتا ہے، جب کوئی انسان ان میں سے کسی دروازے کو کھولنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ کہتا ہے ہائے تجھ پر افسوس! اسے نہ کھولو کیونکہ اگر تم نے اسے کھولا تو اس میں داخل ہوجاؤ گے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مثال کی وضاحت کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ راستے سے مراد اسلام ہے، دو دیواروں سے مراد اللہ تعالی کی مقرر کردہ حدود ہیں، کھلے ہوئے دروازوں سے مراد وہ امور ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، راستے کے کنارے پر داعی سے مراد کتاب اللہ ہے اور راستے کے اوپر جو دعوت دینے والا ہے۔ اس سے مراد وہ واعظ ہے جو ہر مسلمان کے دل میں ہے۔ (مسند احمد 183،182/4، سنن ترمذی حدیث: 2859، السنن الکبری للنسائی حدیث: 11233)

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دنیا وآخرت میں نجات کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ صراط مستقیم، یعنی اسلام کا راستہ، توحید اور قرآن وحدیث کا راستہ، جس پر صاحبِ وحی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود تھے، جس پر صحابہ کرام اور دیگر اسلاف عظام نے چل کر پوری دنیا میں دین اسلام کا ڈنکا بجایا، پوری دنیا کو اپنے زیرنگیں کیا، اور وہ اللہ کے مقرب ومحترم بندے ثابت ہوئے۔ آج بھی اگر مسلمان دنیا وآخرت میں نجات اور کامیابی وکامرانی سے ہمکنار ہونا چاہتے ہیں تو لازم ہے کہ وہ صراط مستقیم کو قولا وفعلا اور عقیدۃ لازم پکڑیں، اسی سے محبت کریں، اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیں، اور شیطان کے متعدد ضلالت وگمراہی کے راستوں اور پگڈنڈیوں سے بچیں اس لئے کہ وہ ہلاکت وبربادی کے راستے ہیں۔ اسی لئے اللہ نے متنبہ کرتے ہوئے فرمایا: "**وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ**" اور تم دوسرے راستوں کی پیروی نہ کرنا کہ وہ تمہیں اللہ کے رستے سے الگ کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور شیطانوں اور ان کے راستوں سے محفوظ رکھے آمین۔

اداریہ

معیارِ حق وہدایت کون؟

مدیر

صحابہ کرام وہ نفوس قدسیہ ہیں جنہیں اللہ تعالی نے اپنے آخری نبی محمد رسول اللہ ﷺ کی رفاقت اور صحبت کے لیے منتخب فرمایا اور انہیں نزول قرآن اور وحی رسالت کا شاہد و گواہ بنایا اور اپنے محبوب نبی امام الانبیاء کی صحبت کا شرف واعزاز بخشا اور عرش اعظم سے انہیں سند اعتبار اور وثیقہ ایمان دیا۔ یہ وہ گروہ مقدس ہے جن کی قربانیوں، جانفشانیوں اور اخلاص وجہد مسلسل سے اسلام دنیا کے کونے کونے تک پہنچا اور ہمیں ہدایت نصیب ہوئی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ کبھی انہیں قرآن میں: (وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ) توکبھی (هُمُ الْفَآئِزُوْنَ) توکبھی (هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ) کے لقب سے یاد کیا گیا تو کبھی انہیں اولوا العلم کا خطاب ملا تو کبھی (تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا) کی شکل میں شہادت ربانی کا شرف حاصل ہوا اور پھراس پرمزید یہ کہ آیت کریمہ **رضی اللہ عنهم ورضواعنه** کے ذریعہ رضوان الہی کی تصدیق ثبت کی گئی اور یہ اعلان ہوا کہ: (فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا) کہ

اور یہی وہ سند ربانی ہے جس نے حضرات صحابہ کرام کو معیار حق وہدایت ٹھہرایا اس لیے یہ بہترین سلف کے خطاب کے مستحق ٹھہرے چنانچہ انہی کی راہ راہ سلف ہے اور جس پر یہ چلیں وہی صراط مستقیم ہے، ان کا عقیدہ اور ایمان دلیل وحجت ہے، ان کی عبادتیں اور اس کے طریقے مسلک رسول ہیں، ان کے اخلاق ومعاملات نبی کا اسوہ اور نقش عمل ہیں اور ان کا زمانہ خیر القرون اور سب سے بہتر زمانہ ہے۔ فرمان نبوی ہے:

”خيرالقرون قرني ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم...“۔

اوران کا راستہ نجات کا راستہ ہے طائفہ منصورہ کے بارے میں سوال ہوا تو آپ ﷺ نے بیان فرمایا: **”ما أنا عليه اليوم وأصحابي** اور اسی کو قرآن مجید میں **”سبیل المومنین“** کہا گیا **ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع غير سبيل المؤمنين نوله ما تولى ونصله جهنم وساءت مصيرا“.**

اسی لیے اہل علم نے صحابہ کرام کے اس منتخب گروہ مقدس کو بہترین سلف قرار دیا ہے اور انہی کے نقش قدم پر چلنے کی تلقین کی ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں: کہ اس امت کے آخری شخص کی اصلاح اسی سے ممکن ہے جس سے پہلے کے لوگوں یعنی صحابہ کرام اور سلف صالحین کی ہوئی تھی۔ (الاعتصام للشاطبی: ۱/۱۱۵)

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم، تورات اور انجیل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف وتوصیف بیان فرمائی ہے۔ صحابۂ کرام نے اللہ کے رسول ﷺ کی سنتوں کو ہم تک پہنچایا۔ انہوں نے آپ ﷺ پر نازل ہونے والی وحی کا قریب سے مشاہدہ کیا۔ اس لیے انہیں

اللہ کے رسول کی مراد کا علم اور آپ کے سنت کی معرفت حاصل ہوئی۔ وہ علم واجتہاد، ورع وتقویٰ اور عقل وفہم ہر لحاظ سے ہم سے افضل ہیں۔ ان کی آراء واجتہادات ہماری اپنی آراء سے زیادہ لائق تعریف اور ہمارے لیے زیادہ قابل اقتدا ہیں۔ اگر ان کا کوئی قول موجود ہے اور اس کے برخلاف کسی اور کا قول نہیں ہے تو ہم انہی کے قول کو لازم پکڑتے ہیں''۔[إعلام الموقعین: ۱/۸۰]

امام احمد رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں:

''ہمارے نزدیک عقیدہ کے بنیادی اصول میں سے صحابۂ کرام کے منہج اور طریقے کو مضبوطی سے تھامے رہنا، ان کی اتباع کرنا اور بدعات سے اجتناب کرنا ہے''۔[شرح أصول السنة للالکائی: ۱/۱۵۶]

امام اوزاعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''اپنے آپ کو سنت پر قائم رکھو اور وہیں ٹھہر جاؤ جہاں سلف صالحین کے قدم ٹھہر گئے۔ وہی بات کہو جو وہ کہہ گئے ہیں اور جہاں وہ خاموش رہے وہاں خاموشی اختیار کرو۔ سلف صالحین کے نقش قدم پر چلو اس لیے کہ جو گنجائش کا دائرہ ان کے لیے تھا وہی تمہارے لیے بھی ہے۔ اور اگر یہ کار خیر ہوتا تو اسلاف کو چھوڑ کر تمہیں ہی صرف یہ شرف نہ ملتا''۔[فی أصول اعتقاد أہل السنة والجماعة، اللالکائی: ۱/۱۵۴،]

ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سنت وحدیث کے حاملین، اللہ کے رسول اور آپ کے مقرب صحابہ کے علم وآثار کے خوشہ چیں اس علمی ورثے کا زیادہ علم رکھتے ہیں۔ چنانچہ دین کے متعلق ان کے علم وفہم، عمل اور عقیدے کو جو فوقیت وبرتری حاصل ہے، مقصود شریعت کو سمجھنے میں اس کا اپنا ایک وزن اور اعتبار ہے۔ اس لیے صحابہ کرام کے فتاوے اور سلف کے اقوال وآثار پر عمل متأخرین کے آراء وفتاویٰ سے زیادہ افضل اور بہتر ہے''۔[إعلام الموقعین: ۴/۱۱۸]

امام حافظ ابن عبد الہادی لکھتے ہیں:

یہ جائز ہی نہیں ہے کہ کسی آیت یا سنت کا وہ مفہوم بیان کیا جائے جو عہد نبوی ﷺ یا عہد صحابہ میں رائج نہیں تھا اور جسے سلف صالحین نے بیان نہیں کیا؛ کیونکہ اس طرح کرنے سے یہ متصور ہوگا کہ ان بزرگوں کو حق کا ادراک نہیں ہوا اور وہ گمراہ ہو گئے اور اب بعد میں آنے والے اعتراض کنندہ کو صحیح مسئلہ معلوم ہوا اور حق انہوں نے دریافت کرلیا!! اور اگر بعد میں آنے والے کی رائے ان سابقین اولین کی رائے کے مخالف ہو تو پھر مزید طرفہ تماشہ۔''[الصارم المنکی فی الرد علی السبکی: 318]

اسی لیے حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا درج ذیل قول ہمارے لئے مشعل راہ ہونا چاہیے، فرماتے ہیں:

''جو تم میں سے اقتدا کرنا چاہتا ہے وہ صحابۂ رسول کی اقتدا کرے کیونکہ وہ اس امت کے سب سے زیادہ نیک دل، گہرے علم، کم تکلف اور سب سے بہتر منہج اور طریقے کے حامل تھے۔ یہ ایسے مقدس لوگ تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت اور اپنے دین کی نشر واشاعت کے لیے پسند فرمالیا۔ اس لیے ان کی قدر ومنزلت کو پہچانو اور ان کے نقش قدم کی پیروی کرو یقینا وہ لوگ سیدھے راستے پر قائم تھے''۔[جامع بیان العلم ابن عبد البر: ۲/۱۱۹]

معلوم ہوا کہ صحابہ معیار حق وہدایت ہیں اور انکار راستہ ومنہج نجات کا راستہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حق کو سمجھنے اور صحابہ کرام کے منہج وطریقے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

عقیدہ ومنہج

”راہ سلف“ کا معنی ومفہوم نصوص کی روشنی میں

● ڈاکٹر فاروق عبداللہ نراین پوری (استاد جامعہ اسلامیہ نور باغ، کوسہ، ممبرا)

اللہ رب العالمین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے مابین معلم بنا کر بھیجا، آپ نے تیئیس سال کی ایک لمبی مدت تک لوگوں کو دینِ اسلام کی تعلیم دی، اور انھیں بار بار یہ احساس دلایا کہ ان کے پاس اللہ کی عطا کردہ نعمتوں میں سے سب سے عظیم نعمت یہی دین وشریعت کی نعمت ہے جو ان کی دنیوی واخروی کامیابی کا ضامن ہے۔ اگر کسی کے پاس یہ نعمت ہے تو ان کے پاس اللہ کی سب سے عظیم نعمت موجود ہے، اور کوئی اس نعمت سے محروم ہے تو دنیا کا سب سے بڑا بدنصیب اور محروم شخص ہے، گرچہ اس کے پاس دنیا کی بادشاہت ہی کیوں نہ ہو۔

اللہ رب العالمین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو دین دے کر مبعوث فرمایا تھا اس کے نزدیک بس وہی دین قابل قبول ہے، کوئی دوسرا دین نہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ ٱلدِّينَ عِندَ ٱللَّهِ ٱلْإِسْلَٰمُ﴾ [آل عمران:۱۹]

”بے شک اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے“۔

نیز اس کا ارشاد ہے:

﴿وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ ٱلْإِسْلَٰمِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِى ٱلْءَاخِرَةِ مِنَ ٱلْخَٰسِرِينَ﴾ [آل عمران:۸۵]

”جو اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین تلاشے وہ دین اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا“۔

اور ہر شخص کو قبر کے اندر اسی دین کے متعلق سوال کیا جائے گا کہ ”ما دينك؟“ ”تمہارا دین کیا تھا؟“۔

اگر اس نے اپنی عملی زندگی میں اسی دین کو فالو کیا تھا جو دین نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو دے کر گئے تھے تب تو یہ اس کی نجات کا ضامن ہے، لیکن اگر اس نے کسی ایسے دین کو فالو کیا ہو جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دین سے میل نہیں کھاتا اور میچ نہیں کرتا جو دین نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو سکھایا تھا تو اس کی مقدر میں ہلاکت وناکامی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابہ کرام کو اس دنیا میں چھوڑ کر رخصت ہوئے اس وقت امت میں کوئی فتنہ رونما نہیں ہوا تھا، کوئی تفرقہ بازی نہیں تھی، سب کے سب ایک دین، ایک شریعت اور ایک عقیدہ ومنہج پر قائم تھے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ نے کہا تھا:

”قد تركتكم على البيضاء، ليلها كنهارها، لا يزيغ عنها بعدي إلا هالك“۔

”میں نے تمھیں ایک ایسے واضح شاہراہ پر چھوڑا ہے جس کی راتیں بھی دن کے اجالے کی طرح روشن ہیں، میرے بعد اس راستے سے ہلاک ہونے والا ہی روگردانی کرے گا“۔ (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 43، مسند احمد، حدیث نمبر 17142، علامہ البانی رحمہ اللہ نے سلسلہ الأحادیث الصحیحہ میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، دیکھیں: حدیث نمبر 937)

امام ابومنصور عبد القاہر البغدادی رحمہ اللہ (متوفی 429ھ) "الفرق بین الفرق" (ص:12) میں فرماتے ہیں:

"كَانَ الْمُسلمُونَ عِنْد وَفَاة رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم على منهاج وَاحِد فِي أصول الدّين وفروعه غير من أظهر وفَاقا وأضمر نفَاقًا". ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت تمام مسلمان دین کے اصول وفروع میں ایک منہج پر قائم تھے، سوائے ان کے جنھوں نے اتفاق کا اظہار تو کیا تھا لیکن اپنے دلوں میں نفاق چھپا کر رکھا تھا''۔

اس وقت کے مسلمان جس راہ پر گامزن تھے اللہ رب العالمین نے اس راہ کو "**سبیل المؤمنین**" سے تعبیر کیا ہے۔ یہی "راہِ سلف" ہے جس کی اتباع کو نجات کا ضامن اور اس سے انحراف کو ہلاکت کا باعث قرار دیا ہے، اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے:

﴿وَمَن يُشَاقِقِ ٱلرَّسُولَ مِنۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ ٱلۡهُدَىٰ وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيلِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ نُوَلِّهِۦ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصۡلِهِۦ جَهَنَّمَۖ وَسَآءَتۡ مَصِيرًا﴾ [النساء:۱۱۵]

''جو ہدایت واضح ہوجانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے، اور مؤمنین کے راستے کے علاوہ کسی دوسرے راستے کی اتباع کرے تو ہم اسے اس کے حوالے کردیں گے، اور اسے جہنم رسید کریں گے، اور یہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے''۔

اس آیت پر غور کریں! یہاں اللہ رب العالمین نے ہدایت واضح ہوجانے کے بعد صرف رسول کی مخالفت کو ہی دخول جہنم کا باعث نہیں قرار دیا، بلکہ اس کے ساتھ سبیل المؤمنین (یعنی راہِ سلف) سے روگردانی، اور ان کی راہ کے علاوہ کسی دوسرے کی راہ کی اتباع کو دخول جہنم کا باعث قرار دیا ہے۔

قارئین کرام! غور فرمائیں! اگر راہ سلف کوئی ضروری شئی نہ ہوتی تو "**وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ**" کہنے کے بعد "**وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ**" کے اضافے کی کیا ضرورت تھی؟

ایک مسلمان کا اس بات پر ایمان ہے کہ اللہ رب العالمین کا ایک ایک کلمہ ہر طرح کے لغو اور حشو وزوائد سے پاک ہے۔ لہٰذا یہ آیت بالکل صریح ہے کہ اتباع رسول کے ساتھ ساتھ "**سبیل المؤمنین**" یعنی راہ سلف کی اتباع بھی ضروری ہے۔ اگر کوئی اس سے روگردانی کرتا ہے تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہاں "مؤمنین" سے مراد کون لوگ ہیں جن کے راستے کی مخالفت پر جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔

تو معلوم ہونا چاہئے کہ خود اللہ اور اس کے رسول کے کلام میں اس کی وضاحت وتفسیر موجود ہے۔

اگر ہم کتاب وسنت کا بغور مطالعہ کریں تو پائیں گے کہ اللہ رب العالمین نے صحابہ کرام کے ایمان اور تقوی کی گواہی خود دی ہے، اور ان کے لیے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔ اس کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصۡوَٰتَهُمۡ عِندَ رَسُولِ ٱللَّهِ أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ ٱمۡتَحَنَ ٱللَّهُ قُلُوبَهُمۡ لِلتَّقۡوَىٰۚ لَهُم مَّغۡفِرَةٞ وَأَجۡرٌ عَظِيمٌ﴾ [الحجرات:۳]

''جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں ان کے دلوں کو اللہ تعالی نے تقوی وپرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے، ان کے لیے مغفرت اور عظیم اجر ہے''۔

بلکہ احسان کے ساتھ ان کی اتباع کرنے والوں کے لیے بھی اپنی رضامندی اور جنت کا وعدہ کیا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿وَٱلسَّٰبِقُونَ ٱلْأَوَّلُونَ مِنَ ٱلْمُهَٰجِرِينَ وَٱلْأَنصَارِ وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم بِإِحْسَٰنٍ رَّضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا۟ عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا ذَٰلِكَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ﴾[التوبہ:١٠٠]

”جو پہلے پہل اسلام قبول کرنے والے ہیں مہاجرین وانصار میں سے، نیز جو احسان کے ساتھ انکی اتباع کرنے والے ہیں اللہ ان سے راضی ہوگیا، اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے، اور اللہ تعالی نے ان کے لیے ایسی جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، ان میں یہ ہمیشہ رہیں گے، اور یہ عظیم کامیابی ہے“۔

یہاں اللہ تعالی نے مہاجرین وانصار یعنی صحابہ کرام کے لیے مطلقا رضامندی وجنت کا اعلان کیا ہے، ان کے لیے”احسان کے ساتھ اتباع“ کی شرط نہیں لگائی ہے۔جس سے پتہ چلتا ہے کہ جن”مؤمنین“ کی راہ سے روگردانی پر اس نے جہنم کی وعید سنائی ہے اس سے مراد سب سے پہلے صحابہ کرام کی جماعت ہے۔ پھر جنھوں نے احسان کے ساتھ ان کی اتباع کی۔اور علماء نے اس سے تابعین اور تبعِ تابعین کی جماعت کو مراد لیا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے دور کو سب سے بہترین دور کہا ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

”خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ“.(صحیح بخاری،2652،وصحیح مسلم2533)

”سب سے بہترین لوگ میرے زمانے کے لوگ ہیں، پھر جو ان کے بعد آئے، پھر جو ان کے بعد آئے“۔ر

علامہ سفارینی رحمہ اللہ لوامع الانوار البہیہ (1/20) میں فرماتے ہیں:

"الْمُرَادُ بِمَذْهَبِ السَّلَفِ مَا كَانَ عَلَيْهِ الصَّحَابَةُ الْكِرَامُ - رِضْوَانُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ - وَأَعْيَانُ التَّابِعِينَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ وَأَتْبَاعُهُمْ وَأَئِمَّةُ الدِّينِ مِمَّنْ شُهِدَ لَهُ بِالْإِمَامَةِ، وَعُرِفَ عِظَمُ شَأْنِهِ فِي الدِّينِ، وَتَلَقَّى النَّاسُ كَلَامَهُمْ خَلَفٌ عَنْ سَلَفٍ، دُونَ مَنْ رُمِيَ بِبِدْعَةٍ، أَوْ شُهِرَ بِلَقَبٍ غَيْرِ مَرْضِيٍّ مِثْلِ الْخَوَارِجِ وَالرَّوَافِضِ وَالْقَدَرِيَّةِ وَالْمُرْجِئَةِ وَالْجَبْرِيَّةِ وَالْجَهْمِيَّةِ وَالْمُعْتَزِلَةِ وَالْكَرَّامِيَّةِ، وَنَحْوِ هَؤُلَاءِ".

”مذہب سلف سے مراد یہ ہے کہ جس پر صحابہ کرام قائم تھے، نیز تابعین، اتباع تابعین اور ائمہ دین کے سرکردہ حضرات بھی جس پر قائم تھے، ایسے حضرات جن کی امامت کی گواہی دی گئی ہے، دین کے اندر جن کی عظمت شان معروف ہے، زمانہ در زمانہ لوگوں نے جن کے کلام کو قبول کیا ہے، نہ کہ وہ حضرات جن پر بدعت کی تہمت لگی ہے، یا ناپسندیدہ القاب سے نوازے گئے ہیں، جیسے کہ خوارج، روافض، قدریہ، مرجئہ، جبریہ، جہمیہ، معتزلہ، کرامیہ اور ان جیسی دوسری گمراہ جماعتیں ہیں“۔

پس مذکورہ آیتوں کی روشنی میں بلاشبہ صحابہ کرام کی جماعت ”سبیل المؤمنین“ میں داخل ہے، اور بعد میں آنے والوں کے لیے احسان کے ساتھ ان کی اتباع کرنا شرط ہے۔

ایک دوسری آیت میں اللہ تعالی نے صحابہ کرام کے ایمان کو بعد والوں کے لیے ضابطہ اور معیار قرار دیا ہے، کہ اگر دوسروں کا ایمان انھیں کے ایمان کی طرح ہو تو وہ ہدایت یافتہ ہیں، ورنہ وہ گمراہ اور راہ راست سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿فَإِنْ ءَامَنُواْ بِمِثْلِ مَآ ءَامَنتُم بِهِۦ فَقَدِ ٱهْتَدَواْۖ وَّإِن تَوَلَّوْاْ فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍۖ﴾ [البقرۃ:۱۳۷]

''اگر وہ لوگ اسی طرح ایمان لائیں جس طرح تم نے ایمان لایا ہے تو وہ ہدایت پائیں گے''۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسی کی تاکید کی اور فرمایا کہ میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، جن میں سب کے سب جہنمی ہیں سوائے ایک فرقے کے، جب پوچھا گیا کہ وہ نجات پانے والی جماعت کون سی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مَنْ كَانَ عَلَى مَا أَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَأَصْحَابِي''.

''آج میں اور میرے صحابہ جس پر قائم ہیں جو بھی اس پر قائم ہوگا وہ نجات یافتہ ہوگا''۔(المعجم الأوسط:8/22)

قارئین کرام! یہاں غور کریں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جوامع الکلم کی صفت سے متصف ہیں، آپ کا ایک ایک لفظ نہایت قیمتی اور اہمیت کا حامل ہے، آپ کوئی بے معنی و بے مقصد اور لغو بات نہیں کرتے، اگر صحابہ کرام کی راہ پر چلنا ضروری نہ ہوتا تو "واصحابي" کے اضافے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن جس طرح اللہ تعالی نے رسول کا تذکرہ کرنے کے بعد "سبیل المؤمنین" کا تذکرہ کیا، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی "مَنْ كَانَ عَلَى مَا أَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ" کے بعد "وَأَصْحَابِي" کا اضافہ فرمایا جس سے یہ بات دو دو چار کی طرح واضح ہے کہ جس سبیل المؤمنین سے روگردانی کو اللہ تعالی نے ہلاکت اور دخول جہنم کا باعث قرار دیا ہے وہ صحابہ کرام کی راہ ہے، کیونکہ یہ صحابہ کرام جس دین پر قائم تھے اس کی انھیں کسی دوسرے نے نہیں، بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ٹریننگ دی تھی، اور انھیں بار بار یہ تاکید کی تھی کہ انھیں اس دین کی حفاظت بھی کرنی ہے، اور آنے والی نسل تک صاف وشفاف شکل میں اسے پہنچانا بھی ہے۔ چنانچہ آپ اپنے ہر خطبہ جمعہ میں انھیں بدعت سے تحذیر کرتے تھے، نیز پیشن گوئی بھی کی تھی کہ عنقریب کچھ فتنہ پرور آئیں گے اور اس دین کو بگاڑنے اور اس کے صاف وشفاف چہرے کو مسخ کرنے کی کوشش کریں گے۔ آپ نے انھیں تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا:

''**فإنَّه من يَعِشْ منكم بَعْدي فسَيَرى اختلافًا كثيرًا**''. ''جو میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت زیادہ اختلافات دیکھے گا''۔

اور انھیں ان فتنوں سے مقابلے کا طریقہ بھی سکھایا تھا، چنانچہ کہا تھا:

''**فعليكم بسنَّتي وسُنَّةِ الخُلفاءِ، المَهديِّينَ الرَّاشدينَ، تَمَسَّكوا بها وعَضُّوا عليها بالنَّواجذِ، وإيَّاكم ومُحْدَثاتِ الأمورِ، فإن كُلَّ مُحدَثَةٍ بدْعَةٌ، وكل بدعَةٍ ضَلالَةٌ**".

''ایسے موقع پر تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے اپنی ڈاڑھ کی دانتوں سے پکڑے رہنا، اور نئی چیزوں کے ایجاد سے دور رہنا، کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے''۔

(سنن ابی داود، حدیث نمبر 4607، وسنن ابن ماجہ 43، 44، وغیرہ، علامہ البانی رحمہ اللہ نے ارواء الغلیل 2455 میں اسے صحیح قرار دیا ہے)

صحابہ کرام نے یہ ڈیوٹی پوری امانت داری اور مستعدی کے ساتھ نبھائی۔ چنانچہ جب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے شہید کیے جانے کے بعد خوارج وروافض اور کذاب ومتہم رواۃ کے فتنوں کا ظہور ہوا تو انھوں نے عملی تطبیق کے ذریعہ امت کو سمجھایا کہ کیسے راہ سلف ہی نجات کا ضامن ہے۔ چنانچہ جب ابن عباس

رضی اللہ عنہ خوارج سے مناظرہ کرنے کے لیے ان کے پاس گئے تو انھیں کہا: "أَتَيْتُكُمْ مِنْ عِنْدِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُهَاجِرِينَ، وَالْأَنْصَارِ، وَمِنْ عِنْدِ ابْنِ عَمِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصِهْرِهِ، وَعَلَيْهِمْ نُزِّلَ الْقُرْآنُ، فَهُمْ أَعْلَمُ بِتَأْوِيلِهِ مِنْكُمْ، وَلَيْسَ فِيكُمْ مِنْهُمْ أَحَدٌ".

''میں تمہارے یہاں صحابہ کرام مہاجرین وانصار کے پاس سے آیا ہوں، نبی ﷺ کے چچا زاد بھائی اور ان کے داماد کے پاس سے آیا ہوں جن کے سامنے قرآن نازل ہوا، لہذا وہ اس کی تفسیر تم سے زیادہ جانتے ہیں، اور تم میں سے کوئی بھی ان میں سے - یعنی صحابہ کرام میں سے نہیں ہے''۔ (المستدرک للحاکم، حدیث نمبر 2656، والسنن الکبری للبیہقی 16740)

آپ حبر الامت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے الفاظ پر غور کریں کہ کیسے انھوں نے خوارج کے سامنے ان کی گمراہی کو واضح کیا اور ان کی گمراہی کی سب سے اہم وجہ یہ بیان کی کہ تم میں سے کوئی اصحاب رسول میں سے نہیں، اور تم ان کی راہ پر گامزن نہیں جو قرآن اور دین کو تم سے بہتر جاننے وسمجھنے والے ہیں۔

یہی بات عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی کوفہ کی مسجد میں ان لوگوں کے سامنے کہی تھی جو الگ الگ گروپ کی شکل میں تسبیح وتہلیل میں مشغول تھے:

"لَقَدْ فَضَلْتُمْ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِلْمًا , أَوْ لَقَدْ جِئْتُمْ بِبِدْعَةٍ ظُلْمًا". (البدع لابن وضاح: 1/35)

''یا تو تم علم میں صحابہ کرام سے بھی آگے بڑھ گئے ہو یا پھر تم نے ظلم وزیادتی کرتے ہوئے یہ بدعت ایجاد کی ہے''۔

کیونکہ تمہارا یہ طریقہ اس دین سے میل نہیں کھاتا جو دین اللہ کے رسول نے ہم صحابہ کو سکھایا تھا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ لوگوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُتَأَسِّيًا فَلْيَتَأَسَّ بِأَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَإِنَّهُمْ كَانُوا أَبَرَّ هَذِهِ الْأُمَّةِ قُلُوبًا وَأَعْمَقَهَا عِلْمًا وَأَقَلَّهَا تَكَلُّفًا وَأَقْوَمَهَا هَدْيًا وَأَحْسَنَهَا حَالًا، قَوْمًا اخْتَارَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى لِصُحْبَةِ نَبِيِّهِ ﷺ، فَاعْرِفُوا لَهُمْ فَضْلَهُمْ وَاتَّبِعُوهُمْ فِي آثَارِهِمْ: فَإِنَّهُمْ كَانُوا عَلَى الْهُدَى الْمُسْتَقِيمِ'' (جامع بیان العلم وفضلہ: 2/947)

''تم میں سے جو کسی کی اقتدا کرنا چاہے اس چاہئے کہ وہ صحابہ کرام کی اقتدا کرے، وہ اس امت کے سب سے زیادہ نیک دل، سب سے زیادہ گہرے علم والے، سب سے کم تکلف کرنے والے، سب سے زیادہ ہدایت کے سیدھے راستے پر چلنے والے، اور سب سے بہترین احوال والے تھے، ایسے لوگ جنھیں اللہ تعالی نے اپنے نبی کی صحبت کے لیے چن لیا تھا، اس لیے ان کے مقام ومرتبے کو سمجھو، اور ان کی اتباع کرو، کیونکہ وہ سب ہدایت کے سیدھے راستے پر گامزن تھے''۔

پس پتہ چلا کہ کتاب وسنت اور سلف صالحین کے نصوص کی روشنی میں راہ سلف سے مراد صحابہ کرام کی راہ ہے، اور جو بھی ان کے بعد احسان کے ساتھ ان کی اتباع کرنے والا ہو ان کی راہ ہے، اور اس میں تابعین، تبع تابعین اور تبع اتباع التابعین سب سے پہلے داخل ہوتے ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کا تزکیہ کیا ہے، اور ان کے دور کو خیر القرون کے لقب سے ملقب کیا ہے۔

اصولِ دعوت

سلفی دعوت کے اُصول ومبادی

● دکتور عبد القیوم بستوی (قطر)

الحمد لله رب العالمين و الصلاة و السلام على نبينا و رسولنا محمد و على آله و صحبه أجمعين و من تبعهم باحسان إلى يوم الدين أما بعد!

زیر نظر تحریر میں سلفی دعوت کے بعض اہم اصول ومبادی کی وضاحت مقصود ہے۔

موضوع کا تعارف اوراس کی اہمیت:

دعوت بذات خود اسلامی زندگی کی اہم ذمہ داری ہے اور ضرورت بھی ہے۔ جو عام حالات میں فرض کفایہ کے درجہ میں ہے۔لیکن بعض حالات میں یہ ذمہ داری فرض عین کی حیثیت اختیار کرلیتی ہے۔

اسلامی دعوت کا عام مفہوم ہے اللہ تعالیٰ کی طرف اوراس کے راستہ دین اسلام کی طرف بلانا۔

سلفی دعوت کی بھی یہی حقیقت ہے لیکن سلفیت اپنے منہج اور طریقہ کار میں امتیازی شان رکھتی ہے۔جس کی تفصیل ہمارے اس مضمون کا موضوع ہے۔آنے والی سطروں میں اس کی وضاحت کی جائے گی (ان شاءاللہ)

اللہ کی طرف دعوت کی اہمیت:

اللہ کی طرف دعوت کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگا سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں داعی کی بات کو سب سے بہتر بات قرار دیا ہے اگر وہ خود بھی اس کے مطابق عمل کر رہا ہوفرمایا:

﴿وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَآ إِلَى ٱللَّهِ وَعَمِلَ صَٰلِحًا وَقَالَ إِنَّنِى مِنَ ٱلْمُسْلِمِينَ﴾ [فصلت: ۳۳]

یعنی: کس کی بات اس شخص کی بات سے بہتر ہوسکتی ہے جواللہ تعالیٰ کی طرف بلائے اور عمل صالح کرے اور کہے کہ میں تو مسلمانوں کی جماعت سے ہوں۔؟!

یعنی کس کی بات داعی الی اللہ کی بات سے بہتر ہوسکتی ہے مزید دعوت الی اللہ کی اہمیت اس سے بھی واضح ہوتی ہے کہ دعوت انبیاء کرام کا مشن رہا ہے۔نوح علیہ السلام سے لیکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک سبھی انبیاء کرام کا قرآن میں تذکرہ ہے وہ سب دنیائے انسانیت میں سب سے عظیم داعی تھے اوران کی دعوت کا محور اللہ کی طرف لوگوں کو بلانا تھا تفصیل دعوت کے مضمون کے تذکرہ میں آئے گی۔(ان شاءاللہ)

دعوت کے چند اہم ارکان ہیں جن میں سے ہر رکن کے ساتھ کچھ خاص اصول ومسائل وابستہ ہیں۔

دعوت کے اہم ارکان میں درج ذیل امور قابل ذکر ہیں:

۱۔داعی-دعوت دینے والا

۲۔مدعو-جس کودعوت دی جائے

۳۔مضمون دعوت

۴۔مضمون دعوت کے مصادر با حوالہ جات

۵۔مقاصد دعوت

ان میں سے ہر ایک رکن کے خاص اوصاف ہیں جن کی تفصیل آنے والے صفحات میں ذکر کی جارہی ہے۔

داعی کے اوصاف:

سلفی نقطہ نظر سے داعی کے اندر سب سے پہلے علمی بصیرت ہونی چاہئے یعنی جس چیز کی طرف لوگوں کو دعوت دے رہا ہے اس کے بارے میں اس کو مکمل معلومات ہونی چاہئے۔لاعلمی اور جہالت کی بنیاد پر دعوت دینا جائز نہیں ہے۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ هَٰذِهِۦ سَبِيلِىٓ أَدْعُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ ۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا۠ وَمَنِ ٱتَّبَعَنِى ۖ وَسُبْحَٰنَ ٱللَّهِ وَمَآ أَنَا۠ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ﴾ [یوسف:۱۰۸]یعنی:(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے کہ میں اور میری اتباع کرنے والے بصیرت کی روشنی میں اللہ کی طرف لوگوں کو بلا رہے ہیں۔اور اللہ کی ذات مقدس ہر عیب سے پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

غور کریں مذکورہ آیت میں بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دینے کا ذکر کیا گیا ہے بصیرت سے مراد کتاب وسنت کا علم ہے نیز دعوت کی راہ میں مزید جس چیز کے علم کی ضرورت ہے اس کا بھی علم بصیرت کے مفہوم میں داخل ہے۔اور آیت کے آخر میں مشرکین سے برأت کا اظہار کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ دعوت خالص توحید کی دعوت ہے جس میں شرک کا شائبہ نہیں ہے۔

لاعلمی میں دعوت کا کام کرنا بہت بڑا جرم ہے اور جھوٹ بولنے کی راہ ہموار کرنا ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَقُولُوا۟ لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ ٱلْكَذِبَ هَٰذَا حَلَٰلٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ﴾[النحل:۱۱۶]یعنی: تم اپنی زبانوں سے جھوٹ گڑھ کر یہ مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔

یعنی تحلیل وتحریم اللہ کا حق ہے۔اور اس نے حلال وحرام کو بیان کر دیا ہے۔تمہارا کام ہے کہ حلال وحرام جاننے کے لئے علم حاصل کرو تاکہ علی وجہ البصیرت جان سکو کہ کیا حلال ہے اور کیا حرام ہے۔

حدیث میں آیا ہے:

"الحَلَالُ بَيِّنٌ، والحَرَامُ بَيِّنٌ، وبيْنَهُما مُشَبَّهَاتٌ لا يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى المُشَبَّهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وعِرْضِهِ، ومَن وقَعَ في الشُّبُهَاتِ: كَرَاعٍ يَرْعَى حَوْلَ الحِمَى، يُوشِكُ أنْ يُوَاقِعَهُ، ألَا وإنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى، ألَا إنَّ حِمَى اللَّهِ في أرْضِهِ مَحَارِمُهُ، ألَا وإنَّ في الجَسَدِ مُضْغَةً: إذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الجَسَدُ كُلُّهُ، وإذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الجَسَدُ كُلُّهُ، ألَا وهي القَلْبُ". (صحیح بخاری:۵۲)

ترجمہ:''حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے، چنانچہ جو شخص ان مشتبہ چیزوں سے بچ گیا اس نے اپنے دین اور اپنی آبرو کو بچا لیا اور جو کوئی ان مشتبہ چیزوں میں مبتلا ہو گیا اس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو شاہی چراگاہ کے آس پاس (اپنے

جانوروں کو) چرائے، قریب ہے کہ چراگاہ کے اندر اس کا جانور گھس جائے۔ آگاہ رہو کہ ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے۔ خبردار! اللہ کی چراگاہ اس کی زمین میں حرام کردہ چیزیں ہیں۔ سن لو! بدن میں ایک ٹکڑا (گوشت کا) ہے، جب وہ سنور جاتا ہے تو سارا بدن سنور جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا بدن خراب ہو جاتا ہے۔ آگاہ رہو! وہ ٹکڑا دل ہے۔''

بعض مشتبہ چیزوں کے احکام اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں مگر اہل علم اسے بھی جانتے ہیں۔ بشرطیکہ علم میں گیرائی اور گہرائی ہو۔

داعی کی بصیرت کے مفہوم میں درج ذیل امور بھی آتے ہیں:

- مدعو کی کنیت کا جاننا۔ پھر اس فہم وادراک کے تناسب سے اس کو دعوت دینا۔ اور قابل اہمیت باتوں کو اولیت دینا، گرد و پیش کے احوال سے واقف ہونا...
- حکمت وموعظت پر مبنی دعوتی اسلوب اختیار کرنا جو نبی کریم ﷺ کی دعوتی عمل کا اہم اسلوب تھا۔
- حسب حال اور حسب ضرورت دعوت کے لئے مناسب موضوع کا اختیار کرنا۔
- مدعو کیسا بھی ہو اس کو دعوت دیتے وقت نرم گوئی اور نرم جوئی اختیار کرنا چاہئے تاکہ مخاطب آپ کی بات غور سے سنے، بصورت دیگر وہ داعی کی مجلس سے اٹھ کر بھاگ جائے گا۔
- دعوتی عمل میں اخلاص۔ اور ذوق وشوق غالب رہنا چاہئے۔ ریاکاری تعریف پسندی کا خیال ذہن میں نہیں آنا چاہئے۔
- اور عملی زندگی میں قول وفعل میں تضاد نہیں ہونا چاہئے۔
- داعی کو اپنی بات کے منوانے کی فکر نہیں ہونی چاہئے بلکہ پوری قوت کے ساتھ حجت وبرہان کی روشنی میں اپنی بات کو واضح کرنے کی فکر میں رہنا چاہئے۔ قبول کرنے کرانے کی بات اللہ کی توفیق پر چھوڑ دینا چاہئے۔ اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔
- داعی کے ذہن میں مقصد دعوت حاضر رہنا چاہئے ظاہر ہے دعوتی عمل کا مقصد لوگوں کو اللہ کی طرف اس کے راستے کی طرف عموما اس دین کی طرف بلانا ہے اور گمراہی اور شیطان کے راستوں سے نکال کر صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرنی ہے۔
- مقصد دعوت کا یہ خلاصہ ہے: جو اگر دعوتی عمل انجام دیتے وقت داعی کے ذہن میں حاضر رہے تو اللہ کے فضل سے دعوتی عمل میں اس کا ذوق وشوق قوی تر ہوتا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی باتوں میں تاثیر بھی پیدا کرے گا۔
- نبی کریم ﷺ کے دعوتی عمل اور مقصد دعوت کو قرآن میں ایک جگہ اسطرح بیان کیا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰٓ ءَاثَٰرِهِمۡ إِن لَّمۡ يُؤۡمِنُواْ بِهَٰذَا ٱلۡحَدِيثِ أَسَفًا﴾ [الکهف:٦]

ترجمہ: پس اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو کیا آپ ان کے پیچھے اس رنج میں اپنی جان ہلاک کر ڈالیں گے۔

- یعنی لوگ کفر سے نکل کر ایمان کی راہ پر آ جائیں کفار کو دعوت دینے کا یہی مقصد ہے جو ہمیشہ آپ کے سوچ وفکر پر غالب رہتا تھا
- مدعو کے حالات کی رعایت کے ضمن میں ہمیں نبی کریم

ﷺ اور دیگر انبیاء کرام کے دعوتی عمل میں بہت سی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

- مدعو مسلم ہے تو اس کے ساتھ خاص اسلوب
- اور غیر مسلم ہے تو اس کے ساتھ الگ اسلوب
- اور جاہل یا عامی ہے تو اس کے ساتھ اور ہی اسلوب

غرضیکہ مدعو کے حال کی رعایت کرتے ہوئے مناسب اسلوب اختیار کرنا ضروری ہے جو کہ علمی بصیرت کے بنا نبھایا نہیں جاسکتا ہے اس کے لئے انبیاء کرام عموما اور نبی کریم ﷺ خصوصا دعوتی عمل کا قرآن وحدیث کے نصوص کی روشنی میں گہرا مطالعہ کرنا چاہئے۔

ان کی سیرتوں میں مختلف احوال کے لئے مختلف قسم کے اسالیب دعوت ملتے ہیں بہت ساری مثالیں ذکر کرنے کا موقع نہیں لیکن چند مثالیں دی جارہی ہیں:

پہلی مثال:

ابراہیم علیہ السلام اپنے والد کو انتہائی ادب و احترام سے دعوت دیتے ہیں اور جب والد نے ہر کوشش کے بعد دعوت قبول کرنے سے انکار کردیا بلکہ مزید انتہائی سخت اور سنگین سزا دینے کی دھمکی دی اور گھر سے نکلنے پر مجبور کردیا تو انتہائی ادب کے ساتھ گھر سے نکل گئے اور جاتے جاتے یہ کہتے رہے کہ میں آپ کی مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا۔

سورۂ مریم میں مذکور اس سیاق میں وارد آیتوں پر غور کریں

ارشاد باری تعالیٰ:

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا ﴿٤١﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنكَ شَيْئًا ﴿٤٢﴾ يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿٤٣﴾ يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ ۖ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ عَصِيًّا ﴿٤٤﴾ يَا أَبَتِ إِنِّي أَخَافُ أَن يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمَٰنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا﴾

[مریم:۴۱-۴۵]

ترجمہ: اس کتاب میں ابراہیم (علیہ السلام) کا قصہ بیان کر، بیشک وہ بڑی سچائی والے پیغمبر تھے۔ جب کہ انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا جان! آپ ان کی پوجا پاٹ کیوں کر رہے ہیں جو نہ سنیں نہ دیکھیں؟ نہ آپ کو کچھ بھی فائدہ پہنچا سکیں۔ میرے مہربان باپ! آپ دیکھیے میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس آیا ہی نہیں، تو آپ میری ہی مانیں میں بالکل سیدھی راہ کی طرف آپ کی رہبری کروں گا میرے ابا جان آپ شیطان کی پرستش سے باز آجائیں شیطان تو رحم وکرم والے اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی نافرمان ہے۔ ابا جان! مجھے خوف لگا ہوا ہے کہ کہیں آپ پر کوئی عذاب الٰہی نہ آپڑے کہ آپ شیطان کے ساتھی بن جائیں۔

دعوت ابراہیمی کے اس مضمون میں (یا أبت) اے ابو جان! اے ابو جان! بار بار دہراتے ہوئے اپنی دعوت پیش کر رہے تھے جو اس بات کی دلیل ہے کہ ہر حال میں ادب کو ملحوظ خاطر رکھا اور مقصد دعوت بھی ذہن سے کبھی غائب نہیں ہوا۔

دوسری مثال:

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو فرعون کے دربار میں دعوتی عمل انجام دینے کے لئے

بھیجا تو فرمایا:

﴿فَقُولَا لَهُۥ قَوۡلٗا لَّيِّنٗا لَّعَلَّهُۥ يَتَذَكَّرُ أَوۡ يَخۡشَىٰ﴾ [طہٰ:۴۴]

ترجمہ: اسے نرمی سے سمجھاؤ کہ شاید وہ سمجھ لے یا ڈر جائے۔

نبی کریم ﷺ کی نرم گوئی اور نرم خوئی کو آپ ﷺ اپنی خاص رحمت بتاتے ہوئے فرمایا:

﴿فَبِمَا رَحۡمَةٖ مِّنَ ٱللَّهِ لِنتَ لَهُمۡۖ وَلَوۡ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ ٱلۡقَلۡبِ لَٱنفَضُّواْ مِنۡ حَوۡلِكَۖ﴾ [آل عمران:۱۵۹]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث آپ ان پر رحم دل ہیں اور اگر آپ بدزبان اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے۔

اور آپ کو حکمت وموعظت پر مبنی دعوتی عمل انجام دینے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿ٱدۡعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِٱلۡحِكۡمَةِ وَٱلۡمَوۡعِظَةِ ٱلۡحَسَنَةِۖ وَجَٰدِلۡهُم بِٱلَّتِي هِيَ أَحۡسَنُۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعۡلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِۦ وَهُوَ أَعۡلَمُ بِٱلۡمُهۡتَدِينَ﴾ [النحل:۱۲۵]

ترجمہ: اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلائیے اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کیجئے یقیناً آپ کا رب اپنی راہ سے بھٹکنے والوں کو بھی بخوبی جانتا ہے اور وہ راہ یافتہ لوگوں سے پورا واقف ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی دعوتی سرگرمیوں میں حکیمانہ دعوت کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں ایک روایت میں آیا ہے:

"أنَّ أعْرَابِيًّا بَالَ في المَسْجِدِ، فَثَارَ إلَيْهِ النَّاسُ لِيَقَعُوا به، فَقالَ لهمْ رَسولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ: دَعُوهُ، وأَهْرِيقُوا علَى بَوْلِهِ ذَنُوبًا مِن مَاءٍ -أوْ سَجْلًا مِن مَاءٍ- فإنَّما بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِينَ ولَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ". (صحیح بخاری:۶۱۲۸)

ترجمہ: "ایک دیہاتی نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ لوگ اس کی طرف اسے زجر وتوبیخ کرنے لیے آگے بڑھے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا: "اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر ایک ڈول پانی بہا دو۔ تم تو صرف آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو۔ تم تنگی کرنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے۔"

نبی کریم ﷺ کی حکیمانہ دعوت کی ایک عبرتناک مثال روایت کا ترجمہ ذکر کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔

ابو امامہ (صحابی راوی) سے مروی ہے کہ ایک نوجوان نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگا مجھے زنا کاری کی اجازت دے دیجئے (یہ سن کر) وہاں پر موجود لوگ اس پر پل پڑے اور اس کو ڈانٹتے ہوئے خاموش رہنے کا حکم دینے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم میرے قریب آؤ پھر وہ آپ کے قریب آ گیا۔ (راوی کہتے ہیں) پھر وہ بیٹھ گیا نبی کریم ﷺ نے اس سے پوچھا کیا تم اس برائی کو اپنی ماں کے لئے پسند کرو گے؟

اس نے کہا: اللہ کی قسم نہیں پسند کروں گا۔

اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کرے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: دوسرے لوگ بھی اپنی ماؤں کے لئے اسے نہیں پسند کرتے ہیں۔

پھر آپ نے اس سے پوچھا: کیا تم اپنی بیٹی کے لئے یہ کام پسند کرو گے؟

اس نے کہا اللہ کی قسم! نہیں پسند کروں گا۔

اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کرے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: لوگ بھی اپنی بیٹیوں کے لئے اسے نہیں پسند کرتے ہیں۔

آگے آپ نے اسی طرح کا سوال اس کی بہن کے متعلق، پھر پھوپھی اور خالہ کے تعلق سے اسی طرح کا سوال کیا۔

ہر سوال کے جواب میں وہی جملہ دہراتا اور کہتا اللہ کی قسم! میں نہیں پسند کروں گا۔

اور نبی کریم ﷺ بھی اپنا جملہ دھراتے ہوئے فرماتے لوگ بھی یہ کام قریبی رشتوں کے تعلق سے پسند نہیں کرتے ہیں۔

راوی کہتے ہیں: آخر میں آپ نے اپنا دست مبارک اس کے اوپر رکھ کر تین دعائیں کیں۔

۱۔ **اللهم اغفر ذنبه**۔یعنی اے اللہ! اس کے گناہ معاف کردے۔

۲۔ **و طهر قلبه**۔اور اس کے دل کو پاک کردے۔

۳۔ **وحصن فرجه**۔اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت کر۔

راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد اس نوجوان کو کسی کی طرف توجہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ (رواہ احمد باسناد صحیح)

مضمون دعوت:

سلفی دعوت خالص اسلام کی دعوت ہے۔اس لئے جس طرح اسلام ایک آفاقی دین ہے اور اس میں زندگی کے تمام امور کے لئے تعلیمات اور احکامات ہیں خواہ ایمانیات اور عقائد سے متعلق ہوں اور خواہ عبادات و معاملات سے۔اسی طرح سلفی دعوت بھی ایک آفاقی دعوت ہے موقع و محل، احوال و ظروف کی رعایت کرتے ہوئے زندگی کے تمام شعبوں سے سلفی دعوت کا تعلق ہے۔ جہاں لوگ ایمان و عقیدہ کے فساد میں مبتلا ہیں اور شرک و بدعت کا رواج ہے وہاں پر توحید و سنت کی دعوت دی جائے گی اور شرک و بدعت کی تردید کی جائے گی۔

اور جہاں الحاد اور بے دینی ہوگی کتاب و سنت کی روشنی میں دینی التزام اور حلال و حرام کی پابندی کرنے کی دعوت دی جائے گی۔

خلاصۂ کلام جہاں جس کی ضرورت ہوگی وہاں پر اسی کی دعوت دی جائے گی یہی انبیاء کرام عموما اور نبی کریم ﷺ کا خصوصا طریقۂ کار یا منہج رہا ہے۔

آپ ﷺ نے جب معاذ بن جبل کو یمن کی طرف دعوتی مہم پر بھیجا تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

"إِنَّكَ سَتَأْتِي قَوْمًا أَهْلَ كِتَابٍ فَإِذَا جِئْتَهُمْ فَادْعُهُمْ إِلَى أَنْ يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ".

ترجمہ: "تم ایک قوم کے پاس جارہے ہو جو اہل کتاب ہیں،

ان کے پاس پہنچ کر انھیں دعوت دو کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دیں، اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کریں تو انھیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، اگر وہ اس سلسلے میں تمہاری بات تسلیم کرلیں تو انھیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوۃ فرض کی ہے۔ جوان کے مالداروں سے وصول کرکے ان کے فقراء پر تقسیم کی جائے گی۔ اور اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کریں تو ان کے عمدہ مال لینے سے اجتناب کرو۔ اور مظلوم کی بددعا سے بھی بچو کیونکہ اس کی بد دعا اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔'' (متفق علیہ)

یہ روایت حدیث کی اکثر کتابوں میں الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ پائی جاتی ہے۔

مصادر دعوت:

سلفی منہج میں دعوت کا یہ بھی امتیاز ہے کہ اسمیں غیر ثابت قصے اور کہانیاں نہیں بیان کی جاتی ہیں اور نہ ہی غیر ثابت شدہ اولیاء کی کرامتیں بیان کی جاتی ہیں۔ بلکہ سلفی دعوت کا منہج ہے کہ جو بات بھی کہی جائے اس کا ثبوت ہونا چاہئے اور کوشش کی جائے کہ کتاب وسنت سے ثابت شدہ حقائق بیان کئے جائیں صحیح اسانید سے ثابت آثار صحابہ اور تاریخی حقائق بیان کئے جائیں۔ آئمہ دین اور دیگر صالحین وغیرہ کے تذکرے میں مبالغہ آرائی نہ کی جائے۔ ان کی طرف ایسی باتیں نہ منسوب کی جائیں جس کا ٹھوس ثبوت نہ ہو۔

دعوت ایک اہم ذمہ داری اور علمی امانت ہے اس لئے دعوتی مضامین کو بہت امانت داری سے تیار کرنا چاہئے پھر عوام کے سامنے رکھنا چاہئے۔

دعوتی عمل میں کسی شخص کے فضائل یا کسی نیک عمل کے فضائل بیان کرنا ہے اسکو کتاب وسنت کی کسوٹی پر رکھ کر پرکھنا چاہئے پھر بولنا چاہئے خاص طور پر فضائل اعمال۔

کیونکہ کسی عمل کا کیا ثواب ہے؟

ایک یہ غیبی عمل ہے۔ یہ نبی اور رسول ہی وحی الٰہی کی روشنی میں بتا سکتے ہیں۔ اور جب کسی چیز کی نسبت نبی ورسول کی طرف کی جائے تو حد درجہ تحقیق ہونی چاہئے۔

صحیح احادیث کے ذخیروں میں مراجعہ کرکے اس کی صحت اور اس کے ثبوت کا تعین کرلینے کے بعد ہی بیان کرنا چاہئے۔

اہل کتاب کے دعووں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ ان سے اپنے دعوے کی دلیل طلب کریں فرمایا:

﴿قُلۡ هَاتُواْ بُرۡهَٰنَكُمۡ إِن كُنتُمۡ صَٰدِقِينَ﴾

[البقرۃ:۱۱۱] یعنی: اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو اس کی دلیل لے کر آؤ۔

سلفی دعوت میں اعتدال اور وسطیت:

وسطیت واعتدال کا معنی:

وسط سے مصدر صناعی ہے یعنی وسط والا یا وسط کی صفت والا۔

یہ عربی لفظ ہے: جو قرآن میں بھی امت کی صفت میں وارد ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلۡنَٰكُمۡ أُمَّةٗ وَسَطٗا لِّتَكُونُواْ شُهَدَآءَ عَلَى ٱلنَّاسِ وَيَكُونَ ٱلرَّسُولُ عَلَيۡكُمۡ شَهِيدٗاۗ﴾ [البقرۃ:۱۴۳]

وسط کی تفسیر حدیث میں نبی کریم نے "عدل" سے کی ہے جیسا

کہ بخاری شریف میں آیا ہے: الوسط- العدل

علامہ ابن حجر نے لکھا ہے کہ یہ تفسیر مدرج نہیں بلکہ مرفوع ہے۔

وسط کے دیگر معانی "خیر" یا "خیار" یعنی بہتر بھی آیا ہے۔

وسط کی طرح "خیر" بھی امت کی صفت ہے جو قرآن میں وارد ہے فرمایا:

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾ [آل عمران:۱۱۰]

دونوں صفات یعنی "وسط" اور "خیر" اس امت کی عظیم صفات کے طور پر وارد ہیں اور دونوں میں بہت حد تک تقارب ہے۔ کیونکہ وسط کا مطلب غلو اور تقصیر سے پاک اعتدال اور توسط کی حالت جو خیر کی علامت ہوئی ہے اور اعتدال بھی عدل سے ماخوذ ہے جس کا مطلب بھی مطلوب حالت میں رہنا۔

نماز جیسی اہم عبادت میں بھی اعتدال مطلوب ہے جلد بازی میں نماز ادا کرنے والے صحابی کی نماز کی تصحیح کرتے نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا:

"ارْجِعْ فَصَلِّ، فإنَّكَ لَمْ تُصَلِّ، فَرَجَعَ يُصَلِّي كما صَلَّى، ثُمَّ جَاءَ، فَسَلَّمَ علَى النبيِّ صَلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ، فَقالَ: ارْجِعْ فَصَلِّ، فإنَّكَ لَمْ تُصَلِّ ثَلَاثًا..." (بخاری)

ترجمہ: ''واپس جاؤ اور نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی۔'' وہ آدمی واپس گیا اور اسی طرح نماز پڑھی جیسے اس نے (پہلے) پڑھی تھی۔ پھر اس نے آ کر نبی ﷺ کو سلام کیا۔ آپ نے (سلام کا جواب دینے کے بعد) فرمایا: ''واپس جاؤ اور نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی۔''

تو اس نے دوبارہ پڑھی۔ سہ بارہ پڑھی مگر آخر میں عاجز آ کر اس نے نبی کریم ﷺ سے تعلیم دینے کی عرض کی تو آپ نے اسے سنت کے مطابق نماز پڑھنے کا طریقہ سکھایا اسی میں یہ لفظ آیا ہے **"ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا"** اور یہ لطف کی بات ہے کہ یہ حدیث **"حديث المسئ فی صلاته"** کے نام سے مشہور ہے۔

آج بھی جو لوگ تقلید کے بندھن میں بندھے ہوئے ہوتے ہیں ان کی صلاتیں (نمازیں) عموماً حدیث "المسئ فی صلاته" کے مصداق نظر آئیں گی۔ نہ رکوع کے بعد اعتدال ہے اور نہ بین السجدتین... جب کہ دونوں مقام پر نبی کریم ﷺ نے زور دیکر خصوصیت کے ساتھ اعتدال اور اطمینان کا حکم دیا ہے۔

بہر صورت ہم وسطیت اور اعتدال کی وضاحت کر رہے تھے۔ اب آتے ہیں راہ سلف میں وسطیت کی تلاش میں۔

راہ سلف میں وسطیت واعتدال کے واضح نقوش:

"اس سلسلہ میں سب سے پہلے ہم سلف صالحین کی ایمانی زندگی کے اندر وسطیت اور اعتدال کے واضح نقوش تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جہاں ان کو امت وسط کا لقب دیا ہے وہیں پر ان کی ذمہ داریوں میں سب سے اہم ذمہ داری کا تذکرہ کیا ہے اور وہ ہے توحید وسنت کی گواہی دوسرے لفظوں میں دین کی گواہی جو تمام انبیاء کا دین ہے یعنی اسلام کی گواہی"۔

فرمایا: ﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ [البقرۃ:۱۴۳]

اور بعد میں اسی گواہی کو تین نکاتی پروگرام کے تحت ان کے سامنے پیش کر دیا گیا ہے۔فرمایا:

﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ﴾ [آل عمران:۶۴]

(۱) ﴿أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ﴾

(۲) ﴿وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا﴾

(۳) ﴿وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ﴾

﴿فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾

ہماری دعوت اسی وسطیت کی قائل ، نہ کہ توحید وسنت کے اصول ومبادی سے سمجھوتہ کرکے بین بین کی راہ اپنانا اس مفہوم میں ہم وسطیت کے قائل نہیں ہیں۔

مدعو کے لئے دعائے خیر:

سلفی دعوت کے اصول میں یہ بھی داخل ہے کہ داعی اپنے دعوتی عمل میں ہر ممکن جد و جہد کرے مگر یہ یقین رکھے کہ کسی کو ہدایت کی راہ لگانا اس کے بس کی بات نہیں ہے۔ بلکہ یہ اللہ کا کام ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کریم ﷺ کے بارے میں فرمایا:

﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾ [قصص:۵۶]

یعنی: آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے ہیں بلکہ اللہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔

البتہ داعی کو اپنی دعوتی جدو جہد کے ساتھ مدعو کی ہدایت اور اصلاح کے لئے دعا کرنی چاہئے یہ انبیاء اور صالحین کی سنت ہے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا کہ ابراہیم علیہ السلام اس وقت تک اپنے باپ کے لئے دعا کرتے رہے جب تک اللہ تعالیٰ نے ان کو منع نہیں کر دیا۔ اور نبی کریم ﷺ سے کئی واقعات میں مدعو کے لئے دعا کرنا ثابت ہے۔

اس مضمون میں ہم نے ایک نوجوان کا ذکر کیا ہے جس کے لئے آپ نے تین قسم کی دعائیں کی تھیں جن کے آثار اس کی زندگی میں دیکھے بھی گئے جیسا کہ راوی نے بیان کیا ہے۔

اس کے علاوہ آپ نے دیگر صحابہ کے لئے دعائیں کی ہیں کبھی ہدایت کے لئے۔کبھی روزی کے لئے۔کبھی صحت کے لئے اور کبھی علم وفقہ میں برکت کے لئے یہ بھی دعوتی عمل کا ایک باب ہے،جس کے کچھ اصول وضوابط بھی ہیں جن کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے۔

خاتمہ:

سلفی دعوت کے اصول ومبادی کے تعلق سے لکھنے کی بہت ساری باتیں ہیں جنہیں موجودہ صورت حال میں قلم بند کرنے کی گنجائش اور موقع نہیں ہے۔ اللہ کرے مذکورہ تحریر موضوع کے لب ولباب کو سمجھنے میں معاون ثابت ہو اور دعوتی میدان میں کام کرنے والوں کے لئے مفید ہوں۔اللہ ہمیں زبان وقلم کی لغزشوں سے محفوظ رکھے۔(آمین)

اوصاف واحوال

اہل سنت وجماعت اوران کے چند اوصاف

● شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی (داعی وباحث صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی)

اہل سنت کا مفہوم:

عربی زبان میں سنت، طور طریقہ اور سیرت کو کہتے ہیں، خواہ اچھی ہو یا بری۔ (لسان العرب ،از ابن منظور، باب نون، فصل سین، ۱۳/ ۲۲۵)

اور علماء عقیدہ اسلامیہ کی اصطلاح میں سنت اس اسوہ اور طریقہ کو کہتے ہیں جس پر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم علمی، اعتقادی، قولی اور فعلی طور پر گامزن تھے۔ یہی وہ سنت ہے جس کی اتباع اور پیروی لازم ہے، اور جس کے متبعین لائق مدح وستائش، اور مخالفین قابل صد مذمت ہیں، چنانچہ جب کہا جاتا ہے کہ ''فلاں اہل سنت میں سے ہے'' تو اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ صحیح، سیدھے اور لائق تعریف طریقہ والوں میں سے ہے۔ (دیکھئے: مباحث فی عقیدۃ أھل السنۃ والجماعۃ، از ڈاکٹر ناصر عبد الکریم العقل، ص: ۱۳)

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سنت اس راہ کو کہتے ہیں جس پر چلا گیا ہو، چنانچہ اس میں اس منہج کی اتباع اور تمسک شامل ہے جس پر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے خلفاء راشدین گامزن تھے، خواہ عقائد ہوں، یا اعمال واقوال ہوں، اور یہی درحقیقت سنتِ کاملہ ہے''۔ (جامع العلوم والحکم، از ابن رجب، ۱/ ۱۲۰)

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سنت وہ امر ہے جس کے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہونے پر شرعی دلیل موجود ہو، خواہ رسول اللہ ﷺ نے اسے خود انجام دیا ہو، یا آپ کے زمانہ میں انجام دیا گیا ہو، یا نہ آپ نے انجام دیا ہو اور نہ ہی آپ کے زمانہ میں انجام پایا ہو، کیونکہ اس وقت اس عمل کی ضرورت نہ تھی یا کوئی مانع درپیش تھا''۔ (مجموع الفتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ: ۲۱/ ۳۱۷) اس معنی کے اعتبار سے سنت ظاہری وباطنی طور پر نبی کریم ﷺ کے آثار کی اتباع اور سابقین اولین مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کے طریقہ کی پیروی کا نام ہے۔ (مجموع الفتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ: ۲۱/ ۳۱۷)

جماعت کا مفہوم:

''جماعت'' عربی زبان میں ''جمع'' سے ماخوذ ہے، جس کے معنی جمع کرنے، اتفاق کرنے اور اکٹھا ہونے کے ہیں، جو تفرقہ واختلاف کی ضد ہے، علامہ ابن فارس رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جیم، میم اور عین کا مادہ کسی شے کے ملنے اور اکٹھے ہونے پر دلالت کرتا ہے، کہا جاتا ہے: "جمعت الشيء جمعاً" یعنی میں نے فلاں شے کو اکٹھا کر دیا۔ (معجم المقائیس فی اللغۃ، از ابن فارس، کتاب جیم، باب ماجاء من کلام العرب فی المضاعف والمطابق أولہ جیم، ص: ۲۲۴)

اور علماء عقیدہ اسلامیہ کی اصطلاح میں ''جماعت'' سے مراد امت کے سلف صالحین یعنی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، اور قیامت تک ان کی صحیح اتباع اور پیروی کرنے والے وہ جملہ افراد ہیں جنھوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی حق اور صحیح شاہراہ پر اتفاق کیا ہے۔ (دیکھئے: شرح العقیدۃ الطحاویۃ، از ابن ابی العز، ص: ۶۸، نیز شرح العقیدۃ الواسطیۃ، از شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، تالیف: محمد خلیل ہراس، ص: ۶۱)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جماعت وہ ہے جو حق کی موافقت کرے، خواہ تنہا آپ ہی کیوں نہ ہوں''۔

نعیم بن حماد رحمہ اللہ (اس کی وضاحت کرتے ہوئے) فرماتے ہیں:

''یعنی جب جماعت میں فساد و بگاڑ پیدا ہوجائے، تو آپ پر ضروری ہے کہ فساد و بگاڑ سے پہلے جماعت جس منہج اور عقیدہ پر گامزن تھی اسی پر قائم رہیں، اس صورت میں اگر آپ تنہا ہیں تو تنہا آپ ہی جماعت شمار ہوں گے''۔ (اس بات کو امام ابن القیم رحمہ اللہ نے امام بیہقی رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے، اپنی کتاب ''إغاثۃ اللھفان'' (۱/۷۰) میں ذکر کیا ہے۔)

اہل سنت کے نام اور ان کے اوصاف:

(۱) اہل سنت و جماعت:

یہ وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے منہج و طریقہ پر قائم و دائم، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے صحیح متبع اور پیروکار رہیں، یہ صحابہ، تابعین اور انہی کے نقش قدم پر چلنے والے وہ ائمہ دین و ہدایت ہیں جنھوں نے اتباع اور پیروی پر استقامت کا ثبوت دیتے ہوئے بدعت سے دوری اختیار کی، یہ کسی بھی جگہ اور کسی بھی زمانے میں ہوں رب ذوالجلال کی نصرت و تائید سے بہرہ مند اور قیامت تک باقی رہیں گے۔ (دیکھئے: مباحث فی عقیدۃ أھل السنۃ والجماعۃ، از ڈاکٹر ناصر بن عبدالکریم العقل، ص: ۱۳، ۱۴)

اہل سنت کی وجہ تسمیہ:

اہل سنت و جماعت کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب، اور اسے اپنے قول، فعل اور اعتقاد میں ظاہری و باطنی طور پر اپنانے پر متفق ہیں۔ (دیکھئے: فتح رب البریۃ بتلخیص الحمویۃ، از شیخ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ، ص: ۱۰ و شرح العقیدۃ)

عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''افترقت اليهود على إحدى وسبعين فرقةً فواحدة في الجنة وسبعون في النار، وافترقت النصارى على اثنتين وسبعين فرقةً فإحدى وسبعون فرقةً في النار وواحدة في الجنة، والذي نفس محمدٍ بيده لَتَفْتَرِقَنَّ أمتي على ثلاث وسبعين فرقةً، واحدة في الجنة واثنتان وسبعون في النار'' قيل: يارسول الله ، من هم؟ قال:''الجماعة''. (یہ الفاظ ابن ماجہ کے ہیں، کتاب الفتن، باب افتراق الأمم، ۲/۳۲۱، حدیث نمبر (۳۹۹۲)، ابو داؤد، کتاب السنۃ، باب شرح السنۃ، ۴/۱۹۷، حدیث نمبر (۴۵۹۶)، ابن ابی عاصم، کتاب السنۃ، ۱/۳۲، حدیث نمبر (۶۳)، علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ابن ماجہ میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، ۲/۳۶۴)

یہودا کہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے، ان میں سے ایک جنتی ہے اور ستر جہنمی، اور نصاریٰ (عیسائی) بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے، ان میں سے صرف ایک جنتی ہے اور اکہتر جہنمی، اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے' یقینا میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی، ان میں سے صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا، اور بہتر فرقے جہنمی ہوں گے، دریافت کیا گیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ جنتی فرقہ کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''جماعت''۔

اور عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی جامع ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ صحابہ نے پوچھا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ کون لوگ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:

'' ما أنا عليه وأصحابي''۔(سنن الترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فی افتراق هذه الأمة: ۵/۲۶، حدیث: ۲۶۴۱)

جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

(۲) فرقہ ناجیہ:

(نجات یافتہ جماعت) یعنی جہنم سے نجات پانے والی جماعت، کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرقوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کا استثناء کیا اور فرمایا:

'' كلها في النار إلا واحدة''۔(دیکھئے: من اصول اھل السنۃ والجماعۃ، از شیخ صالح بن فوزان الفوزان، ص: ۱۱)

سارے فرقے جہنمی ہوں گے سوائے ایک کے' یعنی صرف ایک جماعت جہنم سے نجات پائے گی۔

(۳) طائفہ منصورہ: (غالب اور نصرت الٰہی سے سرفراز جماعت)

معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

''لا تزال طائفة من أمتي قائمة بأمر الله لا يضرهم من خذلهم أو خالفهم حتى يأتي أمر الله وهم ظاهرون على الناس''۔(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب: حدثنا محمد بن المثنی: ۴/۲۲۵، حدیث نمبر: ۳۶۴۱، نیز صحیح مسلم (الفاظ اسی کے ہیں)، کتاب الامارۃ، باب قولہ صلی اللہ علیہ وسلم: ''لاتزال طائفۃ من امتی ظاهرین علی الحق لایضرھم من خالفھم'': ۲/۱۵۲۴، حدیث نمبر: ۱۰۳۷)

میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ اللہ کے حکم (اسلام) پر قائم رہے گی، ان کی مدد سے ہاتھ کھینچنے والے یا ان کی مخالفت کرنے والے انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے، یہاں تک کہ اللہ کا حکم (فیصلہ) آجائے گا اور وہ بدستور تمام لوگوں پر غالب رہیں گے۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی روایت آئی ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب: حدثنا محمد بن المثنی: ۴/۲۲۵، حدیث نمبر: ۳۶۴۰ نیز صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب قولہ صلی اللہ علیہ وسلم: ''لاتزال طائفۃ من امتی ظاهرین علی الحق لایضرھم من خالفھم'': ۲/۱۵۲۳، حدیث نمبر: ۱۹۲۱)

اور ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لاتزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق لايضرهم من خذلهم ، حتى يأتي أمرالله وهم كذلك''۔(صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب قولہ صلی اللہ علیہ وسلم: ''لاتزال طائفۃ من امتی ظاهرین علی الحق لایضرھم من خالفھم'': ۲/۱۵۲۳، حدیث نمبر: ۱۹۲۰)

میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر غالب رہے گی، ان کی مدد سے ہاتھ کھینچنے والے انہیں کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں گے،

یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے گا اور وہ ویسے ہی غالب رہیں گے۔

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح کی روایت مروی ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب قولہ ﷺ: "لاتزال طائفۃ من امتی ظاھرین علی الحق لایضرھم من خالفھم": ۲/ ۱۵۲۳، حدیث نمبر: ۱۹۲۳)

(۴) اہل سنت وجماعت کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ پر......

اہل سنت و جماعت کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ پر مضبوطی سے قائم اور سابقین اولین مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کے عقیدہ و منہج پر گامزن ہیں، اسی لئے اللہ کے رسول ﷺ نے ان کی بابت فرمایا:

"**ما أنا عليه وأصحابي**". (اس حدیث کی تخریج پچھلے صفحہ میں گزرچکی ہے)

یعنی اہل سنت وجماعت وہ لوگ ہیں جو میرے اور میرے صحابہ کے منہج پر قائم ہیں۔

(۵) اہل سنت وجماعت ہی بہترین نمونہ:

اہل سنت و جماعت ہی وہ بہترین نمونہ ہیں جو راہ حق کی رہنمائی کرتے ہیں اور خود بھی اس پر عمل پیرا ہیں، ایوب سختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" **إن من سعادة الحدث** ("الحدث" کے معنی نوجوان (عامی نوجوان) کے ہیں، دیکھئے: النھایۃ فی غریب الحدیث والأثر، از ابن الاثیر، باب حاء مع دال، مادہ "حدث": ۱/ ۳۵۱) **والأعجمي أن يوفقهما الله لعالم من أهل السنة**". (شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، از لالکائی: ۱/ ۶۶ نمبر: ۳۰)

کسی عامی اور عجمی کے لئے باعث سعادت ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اہل سنت کے کسی عالم (سے ملاقات اور استفادہ) کی توفیق عطا فرمادے۔

اور فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ شہروں اور ملکوں کو زندگی عطا کرتا ہے، اور وہ اہل سنت ہیں، اور جو شخص یہ سمجھتا ہو کہ اس کے پیٹ میں حلال لقمہ ہی جاتا ہے تو وہ اللہ کی جماعت میں شامل ہے"۔ (حوالہ سابق: ۱/ ۷۲، نمبر: ۵۱)

(۶) اہل سنت سب سے بہتر لوگ ہیں، جو لوگوں کو بدعت اور اہل بدعت سے منع کرتے ہیں۔

ابوبکر بن عیاش سے پوچھا گیا، سنی کون ہے؟، تو انھوں نے فرمایا: "سنی وہ ہے جس کے سامنے من مانی بے دلیل باتیں بیان کی جائیں تو ان کی طرف بالکل ہی نظر التفات نہ کرے"۔ (شرح اصول اعتقاد أھل السنۃ والجماعۃ: ۱/ ۷۲، نمبر: ۵۳)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ قمطراز ہیں: "اہل سنت امت کے سب سے بہتر اور افضل ترین لوگ ہیں، جو کہ صراط مستقیم یعنی حق واعتدال کی راہ پر گامزن ہیں"۔ (دیکھئے: مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ: ۳/ ۳۶۸-۳۶۹)

(۷) اہل سنت لوگوں میں بگاڑ پیدا ہوجانے پر اجنبی کہلائیں گے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"**بدأ الإسلام غريباً وسيعود كما بدأ غريباً فطوبى للغرباء**". (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان أن الاسلام بدأ غریباً وسیعود غریباً: ۱/ ۱۳۰، حدیث نمبر: ۱۴۵)

اسلام اجنبیت کے عالم میں آیا تھا، اور عنقریب پھر اجنبیت سے دو چار ہوگا جس طرح شروع میں تھا، تو خوشخبری (یا جنت) ہے اجنبیوں کے لئے۔

مسند احمد بن حنبل کی ایک روایت میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ ''غرباء'' اجنبی کون لوگ ہیں؟، تو آپ نے فرمایا:

''**النزاع** (یعنی وہ اجنبی جو اپنے گھربار اور کنبہ قبیلہ سے الگ ہو کر دور چلا گیا ہو، مفہوم یہ ہے کہ مہاجرین کے لئے خوشخبری ہو جنھوں نے اللہ واسطے اپنے وطنوں سے ہجرت کی ہے، دیکھئے: النهاية في غريب الحديث والأثر، از ابن الاثیر: ۵/۴۱) **من القبائل**''. (مسند احمد بن حنبل رحمہ اللہ: ۱/۳۹۸)

اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ کر ہجرت کر جانے والے۔

مسند احمد بن حنبل ہی کی ایک دوسری روایت میں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ ''غرباء'' اجنبی کون لوگ ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''**أناس صالحون في أناس سوء كثير من يعصيهم أكثر ممن يطيعهم**''. (مسند احمد بن حنبل رحمہ اللہ: ۲/۱۷۷،۲۲۲)

بہت سارے بُرے لوگوں میں کچھ صالح اور نیک لوگ، جن کی نافرمانی کرنے والے فرمانبرداروں سے زیادہ ہوں گے۔

دوسری سند سے مروی ایک روایت میں ہے:

''**الذين يصلحون ما أفسد الناس**''. (مسند احمد بن حنبل رحمہ اللہ: ۴/۱۷۳)

لوگوں میں بگاڑ پیدا ہونے پر ان کی اصلاح کرنے والے۔

چنانچہ اہل سنت، اہل بدعت، ہوا پرستوں اور گمراہ فرقوں کے درمیان اجنبی ہیں۔

(۸) اہل سنت ہی حاملین علم ہیں:

اہل سنت ہی در اصل حاملین علم ہیں، جو اس علم سے غلو پسندوں کی تحریف، باطل پرستوں کی تراش خراش (کاٹ چھانٹ) اور جاہلوں کی تاویلات کو دور کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے ابن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا: ''لوگ (اہل علم) اسناد کے بارے میں نہیں پوچھتے تھے، لیکن جب فتنہ رونما ہوا، تو کہنے لگے: ''**سموا لنا رجالكم**'' بیان کرنے والوں کے نام بتاؤ، چنانچہ دیکھا جاتا، اگر اہل سنت کی باتیں ہوتیں تو مان لی جاتیں، اور اگر اہل بدعت کی باتیں ہوتیں تو ناقابل تسلیم قرار دی جاتیں''۔ (صحیح مسلم، المقدمۃ، باب الاسناد من الدین: ۱/۱۵)

(۹) اہل سنت وہ لوگ ہیں:

جن کی جدائی سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے، اسی لئے ایوب سختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''مجھے اہل سنت میں سے کسی کی وفات کی خبر ملتی ہے تو مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میرے جسم کا کوئی حصہ کھو گیا ہو''۔ (شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، از لالکائی: ۱/۶۶، نمبر: ۲۹)

نیز فرماتے ہیں: ''جو لوگ اہل سنت کی موت کی تمنا کرتے ہیں، وہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے گل کرنا چاہتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو مکمل کر کے رہیگا گرچہ کافروں کو ناگوار گذرے''۔ (حوالۂ سابق: ۱/۶۸، نمبر: ۳۵)

خصائص وامتیازات

منہج سلف کے امتیازات وخصائص

● عبدالحکیم عبدالمعبود مدنی (مدیر مجلہ الجماعۃ، ممبئی)

منہج سلف قرآن وسنت کو صحابہ کرام اور سلف صالحین کے فہم وفکر کے مطابق سمجھنے اور کتاب وسنت کی سچی اتباع اور پیروی کرنے کا نام ہے اور یہ وہ طریقہ اور روشن شاہراہ ہے جسے نبی عربی ﷺ نے امت مسلمہ کو کتاب وسنت کی شکل میں عطا فرمایا ہے اسی منہج پر صحابہ کرام کے گروہ مقدس کے بعد تابعین عظام، ائمہ، فقہاء اور محدثین کرام قائم اور دائم رہے اور یہی منہج برحق اور انصاف پر مبنی اور قیامت کے دن اہل ایمان کے لیے راہ نجات اور اللہ کی رضا اور خوشنودی کا ذریعہ ہوگا اس کی پہچان صحیح فکر وعمل، صحیح عقیدہ اور ایمان اور صحیح اتباع اور پیروی ہے، اس میں ایک طرف توحید کی دعوت تو دوسری طرف سنت رسول اکرم ﷺ کی سچی اتباع ہے۔ یہاں ایک طرف نصوص اور دلائل کی تعظیم ہے تو دوسری طرف ان نصوص کو اسی طریقے سے سمجھنا ہے جیسے اللہ کے نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام نے سمجھا ہے، یہاں مکمل شریعت پر عمل کے ساتھ ساتھ اخلاق وایمان کی درستگی اور معاشرے میں امن وامان کے قیام اور اخوت اور بھائی چارے کی دعوت بھی ہے تو دوسری طرف فرقہ پرستی، دہشت گردی، تعصب، بھید بھاؤ اور سماجی اونچ نیچ کے خلاف اعلان جنگ بھی۔ یہ وہ خالص منہج ہے جسے صحابہ کرام سے لے کر اجلہ علماء اور فقہاء نے اختیار کیا اور اس کے امتیازی خصائص اور اوصاف کو اپنی کتابوں میں ذکر فرمایا۔ ذیل کے سطور میں منہج سلف کی امتیازی خصوصیات یا اس کے امتیازی اوصاف کا تذکرہ کیا جارہا ہے امید کی قارئین کرام کے لیے مفید ہوگا:

منہج سلف کے امتیازی خصائص:

منہج سلف کے امتیازات اور خصائص میں بہت ساری چیزیں شامل اور داخل ہیں مگر یہاں اختصار کے ساتھ کچھ اہم باتوں کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے جو اس باب میں بے حد اہم اور ممتاز ہیں۔

1: دلائل اور نصوص سے احتجاج:

منہج سلف کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہاں مسائل کے استنباط اور شرعی احکام کو جاننے کے لیے کتاب اور سنت کے دلائل اور نصوص کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ قیاس آرائی، عقل پرستی، بدعت وتجدد پسندی نیز انسانی فکر اور فہم کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ صحیح دلائل سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ سلف کے ہاں حجت ہوتی ہے اور مسائل اور شرعی احکام کے استنباط میں وہ حرف آخر ہوتے ہیں۔ اسی لیے ہم دیکھیں گے کہ سلف کے یہاں نصوص کی تعظیم اور دلائل وبراہین مل جانے

کے بعد اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنا اور اس سے احتجاج پکڑنا اور اسی کے گرد گھومنا ان کا طرہ امتیاز رہا ہے۔

امام اصفہانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اہل حق نے قرآن وسنت کو اپنا امام بنایا ہے اور اسی سے دین لیتے، اپنے افکار ونظریات اور جذبات وخواہشات کو اس پر پیش کیا کرتے، موافق ہونے کی صورت میں قبول ورنہ رد کر دیا کرتے تھے نیز وہ اللہ کی جانب سے اعتصام بالکتاب والسنہ کی اس نعمت اور توفیق پر شکر گزار بھی ہوتے تھے۔ (الحجۃ فی بیان المحجۃ 2/224)

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: حق وباطل ہدایت وگمراہی سعادت وشقاوت اور نجات وہلاکت کے درمیان فرق اللہ کی نازل کردہ کتاب اور اس کے رسول کی سنت کے ذریعے ہوتا ہے چنانچہ جو کچھ اس میں ہے وہ حق اور صحیح ہے اور اس کے علاوہ جو ہے وہ سراسر باطل ہے لہٰذا تمام لوگوں کے احوال کو اس پر پیش کیا جائے گا جو موافق ہو وہ حق اور جو مخالف ہو وہ باطل قرار پائے گا۔ (مجموع الفتاوی 13/136)

امام ابن ابی العز الحنفی لکھتے ہیں: کہ اہل سنت کا یہ طریقہ کار رہا ہے کہ وہ نص صحیح سے تجاوز نہیں کرتے اور نہ عقل کو اس سے ٹکراتے ہیں اور نہ ہی کسی کے کلام سے اس کا معارضہ کرتے ہیں۔ (شرح العقیدہ الطحاویہ/307)

2: اتباع کتاب وسنت:

دین اسلام کے دو ہی مصادر ہیں ایک کتاب اللہ یعنی قرآن مجید اور دوسرے سنت رسول اللہ یعنی صحیح احادیث اور آثار اور انہی دونوں کی پیروی اور اطاعت کا قرآن وحدیث میں حکم دیا گیا ہے **"اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول"** اور **"علیکم بسنتی". "ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما ان تمسکتم بہما کتاب اللہ وسنتي"** جیسے الفاظ اسی سلسلے میں وارد ہیں چنانچہ صحابہ کرام کتاب اور سنت کی پیروی میں بہت ہی سخت اور اس کا بہت ہی التزام اور اہتمام کرنے والے تھے نہ تو کتاب اور سنت کے علاوہ کسی دوسری چیز کو قابل اطاعت اور اتباع سمجھتے تھے اور نہ ہی ان پر کسی چیز کو مقدم کرتے اور ترجیح دیتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے منصب خلافت کو سنبھالنے کے بعد اسی منہج کو اختیار کیا اور اسی کا ایوان خلافت سے اعلان بھی فرمایا اور یہ واضح اشارہ دیا کہ جب تک میں اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرتا ہوں تب تک تم میری اطاعت کرنا گویا کہ اعتصام بالکتاب والسنہ کی صورت میں ہی خلفاء کی اطاعت لازم ہے اور اگر وہ اس راستے سے ہٹ جائے تو اطاعت اللہ اور اللہ کے رسول کی واجب ہو جائے گی اور اس کے علاوہ تمام چیزوں سے اجتناب ضروری ہو جائے گا۔ (التمھید: 1661)

چنانچہ سلف کے یہاں صرف اور صرف کتاب اور سنت کی اتباع اور اس کی خالص دعوت ہے۔ اور اس بات پر سلف صالحین کا اجماع ہے کہ تمام شرعی امور میں کتاب وسنت سے ہی استدلال کیا جائے گا کیونکہ اس کی بنیاد وحی الٰہی پر قائم اور دائم ہے اور یہی ہماری ہدایت کا اولین اور آخرین ذریعہ ہے۔

3: فہم سلف ضروری ہے:

فہم سلف سے مراد قرآن وحدیث کو صحابہ کرام کے فہم اور سمجھ

کے مطابق سمجھنا اور اس کی تشریح اور توضیح کے لیے صحابہ کرام کے آثار واقعات اور ان کی تشریحات وتفصیلات سے فائدہ اٹھانا اور انہیں بعد کی صدیوں میں آنے والے ائمہ اور فقہاء کے اقوال پر مقدم کرنا ضروری ہے کیونکہ انہوں نے قرآن مجید کے نزول اور وحی کی آمد اور اس کے اترنے کے زمانے کو اپنی آنکھوں سے بذات خود دیکھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں جو کچھ بھی آپ نے بیان فرمایا اس کو اپنے سینوں میں محفوظ رکھا۔

امام شاطبی رحمہ لکھتے ہیں: شرعی دلیل پر غور وفکر کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ دلیل کے متعلق سلف صالحین کے فہم اور ان کے عمل کو سامنے رکھے۔ اس لیے کہ ان کا فہم وعمل زیادہ درست اور علم وعمل کے لیے زیادہ مناسب و پائیدار ہے۔ (الموافقات: ۳؍۷۷)

شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت بتلاتی ہے کہ اپنی فہم کے مطابق اتباع رسول کرنا درست نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع ویسے کی جائے گی جیسے صحابہ نے کی، اپنی فہم سے اتباع کرنے والے فرقوں میں بٹ جائیں گے جیسا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی اور ان فرقوں میں نجات پانے والے دراصل وہی ہوں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع صحابہ کے طریقے پر چل کر کرتے ہیں جیسا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نجات پانے والا فرقہ وہ ہے جس پر آج میں قائم ہوں اور میرے صحابہ قائم ہیں اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنت کو صحابہ کے فہم کے مطابق سمجھنے کا شعار مسلمانوں کو عطا فرمایا کیونکہ صحابہ ہی وہ قوم ہیں جنہیں اللہ رب العالمین نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کا مبلغ، محافظ فاہم اور دارس بنایا ہے لہٰذا کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ کتاب وسنت کا فہم یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی اپنے فہم وذوق سے انجام دے۔ (البیان المفید: 27)

توحید اور اس کی دعوت اصل الاصول ہے:

منہج سلف کی امتیازات میں سے ایک امتیازی وصف یہ ہے کہ یہ اپنے دعوتی مشن میں توحید کو سب سے اہمیت دیتے ہیں اور اسے دعوت کا اصل الاصول قرار دیتے ہیں کیونکہ تمام انبیاء کرام کی دعوت کا لب لباب دعوت توحید ہے اس لئے توحید کو اختیار کرنا توحید پر چلنا اور توحید کی دعوت دینا یہ سلف صالحین کا وہ وصف ہے جس سے کسی بھی طور پر ہمیں اور آپ کو کنارہ کش نہیں ہونا چاہیے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام نے اپنی زندگیوں میں ہمیشہ توحید کو سب سے بلند مقام عطا فرمایا اور اسے اپنی زندگی کا مشن ہی نہیں بلکہ اپنی زندگی کا طرہ امتیاز ٹھرایا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور نبوت اور عہد مکی سے لے کر بعد کے ادوار اور عہد خلافت راشدہ اور تمام سلف صالحین کی دعوت کا نقطہ آغاز جو تھا وہ توحید کی دعوت تھی اور سلف نے اسی منہج کو قائم رکھا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فساد عقیدہ کے آثار دیکھ کر بیعت رضوان کے درخت کو کٹوا دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی ذات سے متعلق غلط عقیدہ رکھنے والوں کو نذر آتش کر دیا۔ خلفائے راشدین کی فتوحات اسی دعوت کی تبلیغ کے لیے تھی۔ امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ نے عقیدے ہی کے لیے مصائب وآلام جھیلے امام بخاری رحمہ اللہ کو خلق قرآن کا الزام لگا کر جلاوطن کیا گیا

اور ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں سلف صالحین نے یہ سب کچھ عقیدے توحید کی خاطر اور اس کی نشر واشاعت اور اس اہم بنیاد اور اصل الاصول کی حفاظت کے لیے گوارا کرلیا اس لیے دعوت کے میدان میں کام کرنے والے لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ خلافت الہیہ، حکومت اسلامیہ اور دیگر سیاسی نظریات کو چھوڑ کر توحید کی دعوت کو مقدم کریں اور ایک اللہ کی رضا کے لیے منہج سلف کو اختیار کریں اسی میں امت کی کامیابی اور کامرانی ہے۔

احادیث اور سنت صحیحہ بھی وحی کا درجہ رکھتی ہے:

منہج سلف کی امتیازی اوصاف میں سے ایک وصف یہ ہے کہ انہوں نے قرآن کے ساتھ ساتھ سنت کو بھی وہ مقام عطا فرمایا جو اللہ رب العالمین نے قرآن مجید میں اور پیارے نبی ﷺ نے اپنی حدیثوں کے اندر ذکر فرمایا اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ سنت صحیحہ بھی قرآن کی طرح سے وحی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی:

﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ ٱلْهَوَىٰٓ ۝٣ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ [النجم: ۳-۴]

اور پیارے نبی ﷺ نے بیان فرمایا کہ:

"الا اني اوتيت القرآن ومثله معه".

اس لیے سنت کی اہمیت، سنت کا مقام و مرتبہ اور سنت کی عظمت کو سمجھنا ہمارے اور آپ کے لیے ضروری اور اسے اپنی زندگی میں داخل کرنا قرآن کے بعد تمام چیزوں پر مقدم کرنا اور اس کی طرف اپنے مسائل اور معاملات کو لوٹانا بے حد ضروری ہے۔ اس لیے دین کے احکام ومسائل صحیح احادیث سے ہی محفوظ ہوں گے ضعیف احادیث کو چھوڑ دیا جائے گا اس پر عمل درآمد نہیں کیا جائے گا۔ حدیث بذات خود حجت ہے وہ اپنے حجت ہونے کے لیے کسی کے عمل کی محتاج نہیں کیونکہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انگلی اور ہاتھ کی دیت والی حدیث میں دو دلالتیں ہیں: (۱) یہ خبر مقبول ہے (۲) جب خبر یا حدیث مقبول ہو جائے تو یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ اس پر کسی امام کا عمل موجود ہے یا نہیں۔ (الرسالہ:422)

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر حدیث صحیح سند سے ہو تو یہ پھر دیکھنا کہ کس نے اس پر عمل کیا یا نہیں یا کسی کے قول کو سنت پر عمل کرنے کے لیے میزان قرار دینا یا حدیث کے صحیح ہونے کے باوجود اس پر عمل کرنے کے لیے کسی امام کے تزکیے کی حاجت بتانا یا اسے شرط قرار دینا سب سے بڑا باطل ہے کہ تحقیق کی اللہ رب العالمین نے اپنے رسول کے ذریعے حجت قائم کردی امت کے کسی فرد کے ذریعے حجت کا قیام نہیں کیا۔ (اعلام الموقعین:4/204)

اور آگے فرماتے ہیں: کسی بھی شخص کے قول کو اللہ اور اس کے رسول پر حجت بنا کر پیش کرنا سراسر نادانی اور جہالت ہے۔ (الروح:264)

صحابہ کرام کے عقیدے اور اصولوں کو اختیار کرنا:

سلف صالحین کے امتیازی اوصاف میں سے ایک وصف یہ ہے کہ وہ عقائد اور احکام کے باب میں صحابہ کرام کے عقیدے اور منہج کو اختیار کرتے ہیں۔ امت جب فرقوں میں بٹ گئی اور حضرات صحابہ کرام کے آخری دور میں خوارج معتزلہ، قدریہ اور

دیگر فرقے وجود میں آگئے اور ان لوگوں نے اپنے اپنے عقائد بنا لیے تو ایسی صورت میں منہج سلف کا یہ امتیاز رہا کہ انہوں نے ان تمام گروہوں کے من گھڑت اور خواہشات پر مبنی عقائد اور اصولوں کو چھوڑ کر صحابہ کرام کے عقائد اور اصولوں کو اختیار کیا اور اسے اپنی زندگی میں ترجیحی طور پر داخل اور شامل کیا جس کی وجہ سے یہ دین ہمیشہ زندہ رہا اور بالکل صاف ستھرے عقیدے اور پاکیزہ تعلیمات کے ذریعے سے کتاب اور سنت کی مشعلیں ہر جگہ چلاتا رہا۔

رد بدعت اور اہل بدعت سے تحذیر ضروری ہے۔

منہج سلف کا ایک امتیازی وصف یہ ہے کہ یہاں بدعات کی کوئی گنجائش نہیں، دین کے اصولوں اور عقائد واحکام میں رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے برخلاف کوئی نیا طریقہ ایجاد کرنا، پیش کرنا یا اس کی ترویج واشاعت کرنا یہ دراصل وہ بدعت ہے جس سے اللہ کے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے: ”**من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو رد**“ جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جس کا اس سے تعلق نہیں ہے تو مردود ہے۔(بخاری)

حضرت عبداللہ ابن عمر اور عبداللہ ابن مسعود اور دیگر تمام صحابہ کرام نے ہمیشہ بدعت سے امت کو ڈرایا ہے اور تحذیر فرمائی ہے امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس نے دین میں بدعت ایجاد کی اور اسے اچھا گمان کیا یقینا اس نے یہ سمجھا کہ رسول اللہ ﷺ نے تبلیغ رسالت میں خیانت کی دوسری روایت کے الفاظ ہیں جس نے دین میں ایسی چیز کی ایجاد کی جس پر سلف نہ تھے تو یقینا اس نے رسول اللہ کو تبلیغ رسالت میں خائن تصور کیا اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ٱلۡيَوۡمَ أَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِينَكُمۡ وَأَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلۡإِسۡلَٰمَ دِينٗا﴾ [المائدہ:۳]

لہٰذا جو چیز عہد نبوی میں دین نہیں تھی وہ آج بھی دین نہیں ہو سکتی۔(الاعتصام للشاطبی:47-48)

چنانچہ اسی کے پیش نظر بدعت کی تردید اور اہل بدعت سے تحذیر سلف کا شیوہ رہا ہے یہاں تک کہ بعض سلف صالحین نے اہل بدعت کا بائیکاٹ بھی کیا ہے اور ضرورت پڑنے پر ان کو شدید تنبیہ بھی کی ہے اور بعد کے ادوار میں تو بدعت اور اہل بدعت کی تردید کے لیے بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں جس سے سنت کا مقام واضح ہوتا ہے اور بدعت اور اہل بدعت کی شناخت ہوتی ہے تا کہ امت کے لوگ اس سے بچ سکیں۔

وسطیت اور اعتدال منہج سلف کی امتیازی شان ہے:

سلف صالحین کے منہج میں سے ایک امتیازی وصف یہ ہے کہ انہوں نے دین کے مسائل اور معاملات سے لے کر دنیا کے امور اور مسائل میں ہمیشہ میانہ روی اور اعتدال کا راستہ اختیار کیا ہے میانہ روی اور اعتدال کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ ہم دین کے تقاضوں کو چھوڑ کر اور شرعی دلیلوں اور اصولوں سے انحراف کر کے من مانی کوئی راستہ اختیار کریں بلکہ شرعی دلیلوں اور اصولوں کی باضابطہ پیروی کے ساتھ اس میں حکمت، موعظت اختیار کرتے ہوئے دیگر فرقوں کے غلو وتقصیر اور افراط وتفریط کے درمیان وسطیت کا شعار اپنائیں اور یہ اعتدال اور وسطیت عقائد وعبادات، اخلاق ومعاملات، سلوک وآداب اور تمام امور شرعیہ کے اندر داخل اور

شامل ہوں منہج سلف میں جو وسطیت اور اعتدال ہے وہ اسماء اور صفات کے باب میں بھی ہے اور دیگر فرقوں کے مقابلے میں چاہے تقدیر کا مسئلہ ہو چاہے گناہ کبیرہ کا معاملہ ہو چاہے وعد اور وعید کی بات ہو، چاہے صحابہ کرام کے متعلق عقیدہ رکھنے کا معاملہ ہو یا عقل کے استعمال کی بات ہو ان تمام چیزوں میں منہج سلف وسطیت اور اعتدال کے راستے پر قائم اور دائم ہے اور بغیر کسی افراط وتفریط کے اور بغیر کسی غلو اور مبالغہ کے ان تمام مسائل کو کتاب وسنت کی روشنی میں اسی طریقے سے ثابت کیا جاتا ہے جیسے اللہ نے اور اللہ کے نبی ﷺ نے ثابت فرمایا۔

مذہبی تعصب اور فقہی جمود سے اجتناب:

امت مسلمہ میں تفریق کا ایک بہت بڑا ذریعہ مذہبی تعصب، فقہی جمود اور اندھی تقلید کا وجود ہے عام طور پر دیکھنے میں یہ آتا ہے کہ عمومی طور پر مسلمان اس تعلق سے کتنے متعصب اور متشدد واقع ہوئے ہیں یا ان کے ذہنوں میں یہ بات پیوست کر دی گئی ہے کہ حق صرف ایک مذہب میں منحصر ہے اور دوسرے مذاہب باطل اور بے بنیاد ہیں چنانچہ اس کی بنیاد پر ہمیشہ اختلافات، لڑائیاں اور بے جا بحث وجدال وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ حالانکہ اگر دیکھا جائے تو اسلامی شریعت کی نگاہ میں تعصب بھی مذموم ہے اور اندھی تقلید بھی قابل اعتبار نہیں اس کے بالمقابل سلف کا مذہب یہ ہے دلائل اور براہین کی روشنی میں فقہی مسائل کو حل کیا جائے اور انہی چیزوں پر اعتماد کیا جائے جو نصوص کتاب وسنت کی روشنی میں فہم سلف کے مطابق ثابت اور وارد ہیں اور اس بنیاد پر کسی سے تعصب روا نہ رکھا جائے اور نہ ہی آنکھ بند کر کے ان فقہی مسالک کی موشگافیوں پر عمل کیا جائے جو کبھی کبھار دلائل سے بہت ہی پرے اور دور عقل پرستی یا قیاس اور رائے کے نتیجے میں وجود پذیر ہوتی ہیں۔ اس سلسلے میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ بیان فرماتے ہیں: خبردار کوئی اپنے دین میں کسی کی تقلید نہ کرے مبادا ایسا نہ ہو کہ مقتدی اگر ایمان کی راہ اختیار کرے تو تم بھی ایمان پر رہو اور اگر وہ کفر کر بیٹھے تو تم بھی اپنی تقلید کی وجہ سے کفر میں داخل ہو جاؤ لہٰذا شر میں کسی کی پیروی نہیں کی جائے گی۔ (جامع بیان العلم:2/139)

حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ عالم کے زلات کی پیروی کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے پوچھا گیا وہ کیسے فرمایا وہ اس طرح کی عالم اپنی رائے سے کوئی بات کہتا ہے پھر اسے اس مسئلے میں سنت مل جاتی ہے تو اپنی رائے بدل لیتا ہے لیکن یہ مقلد اسی روش پر برقرار رہتا ہے۔ (مجموع الفتاوی:3/137)

ائمہ اربعہ اور تمام علماء اور فقہاء نے اسی لیے تقلید اور مذہبی تعصب سے منع فرمایا ہے اس لیے ہمیں اور آپ کو اس سے دور رہنا چاہیے اور مذہب سلف کے مطابق اتباع سنت کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔

عقل اور انسانی قیاس پر وحی اور نقل کو مقدم کرنا:

اسلامی شریعت کی اصل بنیاد وحی الہی ہے اور یہ وحی قرآن مجید کی آیات اور پیارے نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے فرامین اور آپ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی احادیث مبارکہ کی شکل میں ہمارے درمیان موجود ہیں۔ وحی کے مقابلے میں اسلامی شریعت اور اس کے احکام اور مسائل کے استنباط کے لیے

عقل پر اعتماد کرنا اور انسانی قیاس کو قاعدہ کلیہ بنا کر اسے اللہ اور اللہ کے رسول کی باتوں پر مقدم کرنا اور انہی کے ذریعے ہر طرح کے فیصلے کرنا بلکہ دلائل اور نصوص صریحا کو بھی عقل پر پرکھنا اور عقل کے مطابق نہ ہونے پر اسے رد کر دینا یہ سلف کا مذہب نہیں ہے سلف کا مذہب یہ ہے کہ وحی ہر چیز پر مقدم ہے اور دلائل اور براہین یہ عقل اور انسانی قیاس پر راجح اور غالب ہوں گے اگرچہ ہماری سمجھ میں نہ آئے۔ اللہ کی حکمت اور اللہ کی مشیت یہ ہمارے عقل سے بہت آگے ہے اور ہمیں یہ یقین رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالی نے جو حکم دیا ہے وہ بندوں کے احوال اور ظروف، زمان و مکان اور تمام چیزوں کے اعتبارات اور ترجیحات کے لیے ہر وقت اور ہر زمان و مکان میں مناسب ہوگا چاہے وہ ہماری سمجھ میں آئے یا عقل انسانی اس کے سمجھنے میں کوتاہ نظر آئے۔ امام ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نص کے ہوتے ہوئے جس نے بھی اپنے ذوق و مزاج رائے و قیاس اور عقل و خرد سے بات کہی بلا شبہ اس نے ابلیس کی موافقت کی جیسا کہ اس نے کہا تھا: "**قال انا خير منه خلقتني من نار وخلقته من طين**" (شرح العقیدہ الطحاویہ:156)

امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک عقل و رائے کو نقل پر مقدم کرنا فتنے کا سبب ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے تعجب ہے ان لوگوں پر جو صحیح سند سے مروی حدیث کو پا کر بھی فلاں اور فلاں کی رائے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں حالانکہ اللہ رب العالمین نے اس مخالفت پر فتنے کے لاحق ہونے سے ڈرایا ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [النور: ٦٣]

کہ رسول اللہ کی مخالفت کرنے والوں کو فتنے یا عذاب علیم سے ڈرنا چاہیے شیخ البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ دین عقل و جذبات پر نہیں بلکہ کتاب و سنت کے احکام کی پیروی پر مبنی ہے۔ (القول السدید:134)

علم شریعت کا حصول اور علماء اسلام کا احترام:

دین اسلام میں حصول علم کی بڑی اہمیت ہے اور یہ اس طور پر ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے علم نافع حاصل کرنے کا حکم عطا فرمایا اس علم نافع میں علم دنیا اور علم دین دونوں چیزیں شامل ہیں لیکن دین کا جو علم ہے وہ اس میں سب سے زیادہ افضل اور سب سے زیادہ مطلوب ہے اور باعث ثواب اور کار عبادت اللہ کے نبی ﷺ نے قرآن سیکھنے، احادیث حفظ کرنے اور اس طریقے سے فقہ فی الدین کی فضیلت اور اس کے مقام اور مرتبے کا ذکر فرمایا ہے جو اس بات کے لیے کافی ہیں کہ حصول علم دین تمام چیزوں پر مقدم اور افضل ہے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ بیان فرماتے ہیں کہ لوگو اللہ کی کتاب کو سیکھو اس لیے کہ وہ سب سے بہترین بات اور سب سے اعلی کلام ہے، دین میں فقہ حاصل کرو اس لیے کہ وہ دل کی بہار ہے، قرآن کے نور سے شفا طلب کرو یقینا وہ دل کی بیماریوں کا بہترین علاج ہے اس کی اچھے انداز سے تلاوت کرو کیونکہ اس میں عبرت انگیز سچے واقعات بیان کیے گئے ہیں اور جب اس کی تلاوت کی جائے تو غور سے سن کر اس کی پیروی کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے اور اگر اسے سیکھنے کی تمہیں توفیق ملے تو اس پر عمل کرو کہ تم حقیقی ہدایت سے ہمکنار ہوسکو۔ (البدایہ

والنہایۃ: 7/ 341)

اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ کم سے کم بنیادی طور پر قرآن مجید اور اسلام کے بنیادی ارکان، فرائض اسلام اور دیگر اصول عقائد اور عبادات کو ضرور سیکھے اور جانے اور کچھ لوگ ایسے ہوں جو امت کی رہنمائی اور دعوت دین کے لیے اپنے آپ کو خاص کریں اس لیے علم کا حصول بے حد ضروری ہے اور علم دین کو سیکھنا سکھانا اور اس کی نشر واشاعت ہم سب کا بنیادی فریضہ ہے اور اس علم کو سیکھنے والے اور اسے اپنے سینوں میں بسانے والے اور کتاب وسنت کے علوم سے اپنے آپ کو بہرآور کرنے والے جو اہل علم اور علماء ہیں ان کا اسلامی شریعت میں بہت بڑا مقام اور مرتبہ ہے یہ دین کے وارث ہیں اور انبیاء کے وارث ہیں اس لیے علماء کا احترام، مسائل شرعیہ میں علماء کی طرف رجوع، مشکلات اور معضلات میں علماء کے فتاوی پر عمل پیرا ہونا اور ہر طرح سے امت مسلمہ کا اپنے ان علماء کی طرف رجوع کرنا جو کتاب وسنت اور منہج سلف کی روشنی میں امت کی رہنمائی کرنے کے لیے اللہ رب العالمین کے فضل وتوفیق سے ہر زمانے میں اور ہر مکان میں موجود ہیں یہی سلف کا طریقہ رہا ہے۔ صحابہ کرام سے لے کر بعد کے ادوار میں علماء کا جو احترام تھا اور علم دین کے حصول کا جو جذبہ تھا وہ جذبہ ہمارے اور آپ کے یہاں بھی ہونا چاہیے تا کہ امت کو گمراہی سے بچایا جا سکے اور ایک گروہ ایسا ہر زمانے میں موجود رہے جو حق پر قائم رہے اور لوگوں کو حق کی طرف بلاتا رہے اور حق بات کی نشر واشاعت کے لیے قربانیاں پیش کرتا رہے۔

اس کے علاوہ مذہب سلف کی اور بھی بہت ساری خصوصیات ہیں جن کا احاطہ اس بحث میں ممکن نہیں ہے اس میں مذہب سلف کی شمولیت، عقیدہ ولا اور براء کا اہتمام اور ان کا حق پر ثابت قدم رہنا اور جدال مذموم سے اجتناب، ہوا پرستی، فرقہ پرستی، دہشت گردی، بدامنی اور اس طرح کی چیزوں سے اپنے آپ کو دور رکھنا اور جب بھی موقع ملے اور دلائل کی روشنی میں حق واضح ہو جائے تو حق بات کو قبول کرنا اور یہ یقین رکھنا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ہمیں ہر زمانے میں انجام دینا ہے اور اس میں سب سے بنیادی جو معروف چیز ہے وہ اللہ کی توحید اور اس کی طرف دعوت ہے اور جو بنیادی منکر اور شر ہے وہ شرک ہے اس سے اجتناب اور دوری اختیار کرنا یہ ہمارے اور آپ کے لیے ضروری ہے۔ اسی طریقے سے ہمیں خالص توحید کی دعوت پر چلنا اور اتباع سنت کو اپنے ذہنوں میں بسانا اور دل وجان سے پیارے نبی ﷺ کی سنت کو اختیار کرنا اور ہر حال میں سلف صالحین کے آثار اور ان کے نقش قدم کو تلاش کر کے اپنی زندگی میں داخل کرنا لوگوں کے حقوق کو پہچاننا اور احادیث صحیحہ کو اپنی زندگی میں بحیثیت حجت داخل کرنا انکار حدیث کے فتنوں سے دور رہنا اور اس طرح کے نہ جانے کتنی اوصاف اور خصائص اور امتیازات ہیں جو سلف صالحین کی زندگیوں میں پائے جاتے ہیں اس لیے ہمیں اور آپ کو چاہیے کہ ہم اور آپ اسے اختیار کریں اور ان امتیازات کے مطابق اپنی زندگیوں کو بھی گزارنے کی کدو کاوش کریں اللہ تعالی ہم سب کا حامی وناصر ہو۔

اہمیت ومرتبت

فہم سلف کی ضرورت واہمیت

● دکتور اجمل منظور مدنی (وکیل جامعۃ التوحید بھیونڈی ممبئی)

* فہم سلف کی ضرورت کیوں ہے؟

سب سے پہلے ہمیں یہ یقین کر لینی چاہیے کہ جو بھی شخص سلف صالحین کے فہم سے اعراض کر کے اپنی عقل وفہم کے مطابق نصوص کتاب وسنت کو سمجھنے کی کوشش کرے گا وہ رشد وہدایت کا چہرہ نہیں دیکھ سکتا، اور صراط مستقیم پر اس کا قدم نہیں جم سکتا۔لیکن کچھ لوگوں کا اشکال ہے کہ ہمیں صرف کتاب وسنت پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے پھر ہمیں فہم سلف یعنی صحابہ کے اقوال وافعال اور انکے فتاوے کی یعنی انکے فہم کی ضرورت کیوں؟

یہ اشکال دراصل قلت علم اور اسلامی اصول وقواعد سے تغافل کا ثمرہ اور نتیجہ ہے۔ یہ بات صحیح ہے کہ ہمیں صرف کتاب وسنت پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن کتاب وسنت پر عمل کرنے کے لیے سب سے پہلے کتاب وسنت کو صحیح طور پر سمجھنا اور شریعت کے اسرار ومقاصد کو جاننا ضروری ہے، تب ہی ہم کتاب وسنت پر عمل کرسکتے ہیں۔ اب قدرتی طور پر یہاں سوال اٹھے گا کہ کتاب وسنت اور شریعت کو سلف نے یعنی صحابہ نے بہتر سمجھا ہے جنہوں نے بلا واسطہ شارع اسلام نبی اکرم ﷺ سے دین کو سیکھا اور سمجھا ہے یا بعد والوں نے؟ تو کوئی بھی مسلمان یہ کہنے کی جسارت نہیں کرسکتا کہ بعد والوں کا فہم یا خود اس کا فہم صحابہ کے فہم سے بہتر ہے۔ تو جب یہ متفق علیہ مسئلہ ہے کہ سلف ہم سے زیادہ کتاب وسنت کو سمجھنے والے تھے تو پھر سلف کے فہم کو چھوڑ کر اپنی عقل وفہم کے مطابق کتاب وسنت کو سمجھنے کی کوشش کیوں کی جائے؟! بطور خاص جب شریعت کے فہم وتفہیم اور اسکی دعوت میں صحابہ کرام ہی کو اسوہ اور آئیڈیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

* فہم سلف سے کیا مراد ہے؟

فَہم سلف، دو الفاظ سے مرکب ہے۔ضروری ہے کہ ہر ایک کی علیحدہ وضاحت کی جائے پھر بطور اصطلاح مفہوم پیش کیا جائے۔

فہم کی وضاحت: عربی زبان میں معلومات کے ادراک کیلئے مختلف مراتب ہیں۔ ان میں سے ایک خاص مرتبے کا نام فہم ہے۔ جیسا کہ صاحب ''لسان العرب'' کے مطابق، فہم سے مراد: مَعْرِفَتُكَ الشَّيْءَ بِالْقَلْبِ. ''دل سے کسی چیز کو جان لینا ''فہم'' کہلاتا ہے۔'' (لسان العرب:12/459) گویا عمومی علم کی بہ نسبت ''فہم'' ایک خاص درجے کی سمجھ بوجھ کا نام ہے۔

حضرت داؤد کی عدالت میں فریقین کا ایک مقدمہ پیش ہوا۔ مقدمے کا علم حضرت داؤد اور حضرت سلیمان دونوں کو ہی تھا۔ لیکن احوال وقرائن سے خاص فہم حضرت سلیمان کو نصیب ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ﴾ [الانبیاء: 79] ''ہم نے وہ فیصلہ سلیمان کو سمجھا دیا''۔ حضرت سلیمان جو اس قضیے کی تہ تک پہنچے اور فیصلہ کیا، اسے اللہ تعالیٰ نے ''فہم'' کہا۔ اور ساتھ ہی فرمایا: ﴿وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا﴾ [الانبیاء:79] ''قوت فیصلہ اور علم ہم نے ہر ایک کو عطا کر رکھا تھا''۔

امام ابن حجر نے ''فہم'' کی تعریف کرتے ہوئے کہا:

فالفهم فطنة يفهم بها صاحبها من الكلام ما يقترن به من قول أو فعل. (فتح الباری لابن حجر:1/165)

”فہم سے مراد ایسی سمجھ بوجھ ہے جس کے ذریعے انسان کلام میں سے وہ سب کچھ سمجھ جاتا ہے جو اس کے ساتھ کوئی بات یا عمل منسلک ہوتا ہے۔“ گویا احوال وظروف کو سامنے رکھتے ہوئے کسی کلام کے درست مفہوم اور اس سے نتائج اخذ کرنے کی صلاحیت کو فہم کہا جاتا ہے اور یہ علم کا ایک خاص درجہ ہے۔

سلف کا مفہوم: عربی زبان میں لفظ سَلَف گزرنے اور ماضی میں ہونے کا مفہوم دیتا ہے۔ پہلے گزرے ہوئے کو سَالِفٌ کہتے ہیں۔ اور اس کی جمع سَلَف ہے۔ لغوی طور پر پہلے گزرے ہوئے لوگ سَلَف ہیں، قطع نظر اس سے کہ وہ اچھے ہوں یا برے۔ اللہ تعالیٰ نے قوم فرعون کی غرقابی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا﴾ [الزخرف: 56] ”ہم نے انہیں قصۂ ماضی بنا دیا“۔ جو کام ماضی میں ہو چکا ہو، اس کے لیے سَلَف کا لفظ قرآن مجید میں متعدد بار مستعمل ہے؛ ملاحظہ ہو: النساء:22، 23، المائدہ:95، الانفال:38۔

سَلَف کا اصطلاحی مفہوم: سلف کے اصطلاحی مفہوم میں تین معتبر اقوال ہیں:

- اس سے مراد صرف صحابۂ کرام ہیں۔ عہد تابعین میں صحابۂ کرام کو ہی سَلَف کہا جاتا تھا۔ عبداللہ بن مبارک برسرِ عوام کہا کرتے تھے: **دَعُوا حَدِيثَ عَمْرِو بْنِ ثَابِتٍ ؛ فَإِنَّهُ كَانَ يَسُبُّ السَّلَفَ.** ”عمرو بن ثابت کی روایت کردہ احادیث ترک کر دو، کیونکہ یہ سلف پر سب وشتم کیا کرتا تھا“۔ یہاں سلف سے مراد صحابہ کرام ہی ہیں۔ (مقدمہ صحیح مسلم، باب الاسناد من الدین)

- بعض اہل علم کے نزدیک سلف سے مراد صحابہ اور تابعین ہیں۔ (تفصیل کیلئے دیکھیں: ترتیب المدارک، لقاضی عیاض 2/93، بحوالہ: فہم السلف الصالح للنصوص الشرعیہ، للدکتور عبداللہ بن عمر الدُّمیجی:32)

- اکثر اہل علم کے نزدیک سَلَف سے اصطلاحی طور پر مراد صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین ہیں۔ (تفصیل کیلئے دیکھیں: التحف من مذاہب السلف، شوکانی:7-8 بحوالہ: فہم السلف للدمیجی:32)

سلف کا راجح مفہوم: سلف صالحین کے تحت گرچہ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین تینوں داخل ہیں مگر حجیت اور استدلال کے اعتبار سے سلف کا اطلاق صرف صحابہ کرام ہی پر ہوتا ہے۔

حجیت کے لحاظ سے فہم سلف کی درجہ بندی:

- سلف صالحین انفرادی حیثیت سے نہ معصوم ہیں اور نہ ہی حجت۔ ان کا انفرادی فہم اور رائے بشری تقاضوں میں مقید ہے۔ یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی آیت یا حدیث ان میں سے کسی فرد کے علم میں ہی نہ ہو اور اس بنا پر اس کے خلاف کوئی رائے یا فتویٰ دے دیا ہو اور شاذ رائے، بلکہ حدیث رسول کے خلاف کوئی رائے اپنائی ہو۔ ان تمام صورتوں میں ان کے بارے میں حسن ظن اور مکمل احترام کے ساتھ ان سے اختلاف رائے کیا جا سکتا ہے۔ ان صورتوں میں اسے فہم سلف نہیں کہا جاتا، کیونکہ لفظ ”سلف“ جمع ہے، اس سے مراد اسلاف کی جماعت ہے نہ کہ فرد واحد، انفرادی رائے بعض سلف کا انفرادی فہم ہے، ”فہم سلف“ نہیں ہے۔

- شرعی نصوص سے اللہ اور اس کے رسول کی مراد متعین کرتے ہوئے جب سلف صالحین کسی ایک فہم پر جمع ہو جائیں اور سب کے اقوال یا افعال یا تقریرات ایک متعین مفہوم پر دلالت کر رہے ہوں تو یہ ”فہم سلف“ ہے۔ اسے قبول کرنا، اس کی پابندی کرنا ضروری ہے اور یہ حجت ہے۔ کیونکہ وہ درحقیقت مراد الٰہی کی تعیین ہے اور حکم نبوی ﷺ کی نشان دہی ہے۔ (فہم السلف الصالح للنصوص الشرعیہ:48)

-نص شرعی کے مفہوم میں سلف کا اتفاق ہو تو یہ صورت بلاشبہ قطعی حجت کے درجے میں ہے۔ اگر اتفاق تو نہ ہو، لیکن کسی ایک کا ایسا مشہور قول ہو جسے اس دور میں قبول عام حاصل ہو گیا اور کسی دوسرے سے کوئی مخالف رائے ثابت نہ ہو تو جمہور علماء کے نزدیک یہ بھی حجت اور اجماع ہے۔ (اعلام الموقعین: 4/104، مزید تفصیل کیلئے دیکھیں: فتاویٰ ابن تیمیہ، 14/20)

* فہم سلف کی اہمیت:

قرآن مجید میں سینکڑوں آیات مبارکہ صحابہ کرام کی فضیلت بتا رہی ہیں، ان سے جس طرح صحابہ کرام کے کردار کا سرٹیفکیٹ ملتا ہے ان کے علم کا تزکیہ بھی از خود مترشح ہوتا ہے۔ کیونکہ علم ہمیشہ عمل سے مقدم ہوتا ہے، جب علم درست ہو تو عمل بھی درست ہوتا ہے، علم ہی غلط ہو تو عمل کیسے درست ہو سکتا ہے؟۔ صحابہ کرام کے لیے مفلحون، مخلصون، صادقون، کتب فی قلوبہم الایمان، ألزمہم کلمۃ التقوی، رضوان کے سرٹیفکیٹس محض لفظی فضائل نہیں ہیں، بلکہ ان کے اعمال و افکار اور علم وعمل کا تزکیہ بھی ہیں۔ بلکہ صحابہ کرام کے ایمان کو معیار قرار دینا خود ان کے عقائد تک کا ربانی سرٹیفکیٹ ہے۔ ان میں سے صرف ایک آیت پیش خدمت ہے:

﴿وَمَن يُشَاقِقِ ٱلرَّسُولَ مِنۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ ٱلۡهُدَىٰ وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيلِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ نُوَلِّهِۦ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصۡلِهِۦ جَهَنَّمَۖ وَسَآءَتۡ مَصِيرًا﴾ [النساء: 115] ''جو شخص باوجود راہ ہدایت کے واضح ہو جانے کے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کرے اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے، ہم اسے ادھر ہی متوجہ کر دیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہو اور دوزخ میں ڈال دیں گے وہ پہنچنے کی بہت ہی بری جگہ ہے''۔

اس آیت میں ان لوگوں کی اتباع کو ثابت اور مخالفت کو ممنوع قرار دیا جا رہا ہے۔ ان کی اتباع اور مخالفت دونوں کی بنیاد فہم ہی ہے۔ ان کا فہم حجت نہیں ہو گا تو ان کی اتباع کیونکر ہو گی؟

احادیث مبارکہ میں بھی جا بجا صحابہ کرام کے علم وفکر اور عقیدہ وعمل کے مناقب درج ہیں:

فرقہ ناجیہ کی وضاحت کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً، قَالُوا: وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي''.

''اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی اور ایک فرقہ کو چھوڑ کر باقی سبھی جہنم میں جائیں گے، صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! یہ کون سی جماعت ہو گی؟ آپ نے فرمایا: ''یہ وہ لوگ ہوں گے جو میرے اور میرے صحابہ کے نقش قدم پر ہوں گے''۔ (جامع ترمذی: 2641)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف اتنا فرما دیتے: ''ما أنا عليه'' ''وہ راستہ و منہج جس پر میں ہوں''، تو کافی تھا، لیکن آپ نے فرمایا: ''ما أنا عليه وأصحابي'' ''جس راہ پر میں خود ہوں اور میرے صحابہ''۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ دین کے وہ مُسلّمات جو صحابہ کے ہاں قائم ہو گئے اور حق و باطل کی جو بنیادیں اور نصوص وحی سے استدلال کے جو اصول ان کے دور میں قائم ہو گئے، بعد والے خصوصاً اختلاف و تفرقہ کے ادوار سے وابستہ لوگ انہی بنیادوں، انہی مُسلّمات اور انہی اصولوں کو اپنانے اور انہی پر کاربند رہنے کے پابند ہیں۔

خود صحابہ کرام و تابعین عظام سے بھی سلف کی اتباع واقتداء کے بارے میں کثرت سے آثار منقول ہیں، ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

-سیدنا ابن مسعود کا یہ قول آب زر سے لکھنے کے قابل ہے:

''مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُتَأَسِّيًا فَلْيَتَأَسَّ بِأَصْحَابِ

مُحَمَّدٍ ﷺ: فَإِنَّهُمْ كَانُوا أَبَرَّ هَذِهِ الْأُمَّةِ قُلُوبًا وَأَعْمَقَهَا عِلْمًا وَأَقَلَّهَا تَكَلُّفًا وَأَقْوَمَهَا هَدْيًا وَأَحْسَنَهَا حَالًا، قَوْمًا اخْتَارَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى لِصُحْبَةِ نَبِيِّهِ ﷺ، فَاعْرِفُوا لَهُمْ فَضْلَهُمْ وَاتَّبِعُوهُمْ فِي آثَارِهِمْ: فَإِنَّهُمْ كَانُوا عَلَى الْهُدَى الْمُسْتَقِيمِ".

''جو آدمی کسی طریقہ کی پیروی کرنا چاہے تو اس کو چاہیے کہ ان لوگوں کی راہ اختیار کرے جو فوت ہو گئے ہیں، کیونکہ زندہ آدمی (دین میں) فتنہ سے محفوظ نہیں ہوتا اور وہ لوگ (جو فوت ہو گئے ہیں اور جن کی پیروی کرنی چاہیے) رسول اللہ ﷺ کے اصحاب ہیں، جو اس اُمت کے بہترین لوگ تھے، دلوں کے اعتبار سے انتہا درجہ کے نیک، علم کے اعتبار سے انتہائی کامل اور بہت کم تکلّف کرنے والے تھے، ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی رفاقت اور اپنے دین کو قائم کرنے کے لیے منتخب کیا تھا، لہٰذا تم ان کی بزرگی کو پہچانو اور ان کے نقشِ قدم کی پیروی کرو اور جہاں تک ہو سکے ان سے آداب و اخلاق کو اختیار کرتے رہو، (اس لیے کہ) وہی لوگ ہدایت کے سیدھے راستہ پر تھے۔''
(جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر:2/ 947:1810) اس کی سند میں اگرچہ ضعف ہے، تاہم معنی درست اور طے شدہ ہے۔

حضرت ابنِ مسعود کا یہ قول فہم سلف کا ٹھیک ٹھیک مقام متعین کرتا ہے کہ دین کی تعبیر میں جب آپ یہ فیصلہ کرنا چاہیں کہ صحابہ کرام کے پیچھے چلوں یا کسی معاصر مفکر کی تقلید کروں؟ تو صحابہ کا دامن تھام لینا۔

۔سیدنا ابن عباس نے خوارج سے مناظرہ کرتے ہوئے، فہم سلف کو بطور مقدمہ پیش کیا:''أتيتُكم من عندِ صحابةِ النَّبيِّ ﷺ من المهاجِرين والأنصارِ لأُبلِّغَكم ما يقولون وتُخبروني بما تقولون، فعليهم نزَل القرآنُ وهم أعلَمُ بالوحي منكم، وفيهم أُنزِلَ، وليس فيكم منهم أحَدٌ". ''میں تمہارے پاس انصار و مہاجرین کا نمائندہ بن کر آیا ہوں۔تاکہ میں تمہیں ان کا موقف پہنچا سکوں، اور تم میرے سامنے اپنا موقف رکھ سکو۔(سنو!) اُن کی موجودگی میں قرآن مجید نازل ہوا، اور وہ اس کی تفسیر و تاویل کا تم سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔اور تم میں سے کوئی شخص بھی صحابی نہیں ہے''۔(سنن بیہقی:۱۸۶/۱۷)

۔مسجد میں مخصوص اجتماعی ذکر کی مجلس منعقد کرنے والوں کا رد کرتے ہوئے ابن مسعود نے فرمایا:''إِنَّكُمْ لَعَلَى مِلَّةٍ هِيَ أَهْدَى مِنْ مِلَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ مُفْتَتِحُو بَابِ ضَلَالَةٍ".

''تم یا تو محمد ﷺ کی جماعت سے زیادہ ہدایت یافتہ بننا چاہتے ہو یا تم گمراہی کا دروازہ کھولنے والے ہو؟!(سنن الدارمی:210)

* **فہم سلف کی اہمیت پر تاریخی و عقلی شواہد:**

۔تاریخی لحاظ سے اہمیت: صحابہ کرام کے پاس روحانی اور لغوی و تاریخی لحاظ سے علم دین کے وہ تمام اسباب مجتمع ہو گئے تھے جن کا بعد کے لوگوں کو عشر عشیر بھی میسر نہیں۔مجموعی طور پر جو صحابہ کے عمل اور بعد والوں کے عمل میں تفاوت ہے وہی ان کے فہم میں بھی من حیث الجماعہ تفاوت ہے۔بلکہ غیبیات کے متعلق ان کے ارشادات کو مرفوع حکمی کا درجہ حاصل ہے۔

۔ملاوٹ سے محفوظ خالص فہم: سلف کا فہم خالص قرآن وسنت کی عبارات پر مبنی ہوتا ہے۔اس میں نہ فلسفہ کی موشگافیاں ہیں، نہ تحریف وتاویل، نہ غیر اسلامی نظریات کی آمیزش اور نہ ہی درآمد شدہ افکار کی ملاوٹ ہے۔سلف کا ذہنی سانچہ خالصتاً قرآن

وسنت میں ڈھلا ہوا تھا،اس لیے وہ اہم ہے، بعد والے لوگوں کے فہم میں یہ چیزیں عموماً جمع نہیں ہوتیں۔

-اخلاص پر مبنی فہم: سلف کا فہم اخلاص پر مبنی تھا۔نہ اس میں سیاسی مفادات تھے،نہ جماعتی تعصّبات،نہ گروہ بندی کے اسیر تھے،نہ فرقہ واریت کے قیدی،نہ انہیں دنیا کی کوئی متاع عزیز تھی،نہ ہی کوئی تعلق،انہوں نے جو سمجھا پورے خلوص سے سمجھا اور سمجھایا۔ بعد والوں کے فہم میں یہ اخلاقی قدریں اس درجے پر نہیں ملتیں۔

-تعلق باللہ اور خاص ایمانی بصیرت: تعبیر دین میں تقویٰ، للّٰہیت،تعلق باللہ،تہجد،اذکار،رزق حلال،پابندی شریعت کا بھی بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔یہ چیزیں جس درجے میں خیرالقرون میں پائی جاتی تھیں،بعد کے ادوار میں اس درجے کی نہیں ہیں۔اس وجہ سے جو سلف کے فہم میں معیار ہے وہ بعد کے لوگوں میں نہیں ہے۔

-فصاحت قرآنی کا تقاضا: فہم سلف کی اہمیت اس زاویے سے بھی دیکھنے کی ضرورت ہے کہ وہ سفر وحضر میں نبی مکرم ﷺ کے ساتھ رہنے والے، نزول ملائکہ کا مشاہدہ کرنے والے،آیات کی تنزیل کا مصداق بننے والے صحابہ کرام ہی اگر کسی آیت کو سمجھ نہیں پائے تو پھر کیا بعد میں آنے والے اسے زیادہ اچھی طرح سمجھ لیں گے؟!

-گمراہی اور بدعات سے حفاظت کی ضمانت: فہم سلف چونکہ قرآن وسنت کی صحیح تعبیر ہی کا دوسرا نام ہے۔اس لیے یہ گمراہی سے حفاظت کی ضمانت فراہم کرتا ہے،یہ انسان کو بدعات سے بچاتا ہے۔ کیونکہ جن کو سکھانے کے لیے جبریل انسانی شکل میں آسمان سے نازل ہوتے رہے اور پیغمبر اسلام خود ان کی تربیت کرتے رہے، بھلا ان سے بھی بہتر کسی کا عقیدہ ہوسکتا ہے؟!

یہی وجہ ہے کہ مقام صحابہ کرام اور ان کے درجات اور ان سب کے متعلقہ نصوص کو سمجھنے میں جتنے بھی گمراہ فرقوں نے گم راہیاں ایجاد کیں،سب کی بنیادی وجہ فہم سلف سے دوری ہے۔ شرک کی دلدل میں وہی لوگ جا گرے جنہوں نے توحید وشرک سے متعلق آیات بینات کو سلف کی راہ سے ہٹ کر سمجھا۔کسی نے عقل کو معیار بنایا،کسی نے چند مخصوص اہل بیت کو فہم نصوص میں حرف آخر سمجھا،اور کسی نے اپنے اپنے اکابر تراش لیے،اور کچھ تجدد پسندوں نے اپنی خود ساختہ،تحریف پر مبنی،جدیدیت سے مرعوب غلامانہ ذہنیت کو ہی خالص قرآن کا نام دے ڈالا۔ان سب اندھیروں میں اہل السنہ نے ہی ایک قندیل روشن کی۔ خوارج ،روافض،معتزلہ،قدریہ اور جہمیہ نیز دیگر گمراہ فرقوں نے تبھی جنم لیا،جب انہوں نے صحابہ کے فہم سے دوری اختیار کی اور سبیل المؤمنین سے اپنا راستہ الگ کرلیا۔

* فہم سلف کی ضرورت کیوں؟

۱-کیونکہ سلف صالحین سب سے زیادہ پاکیزہ سیرت وکردار کے مالک، گہرے علم کے حامل اور دلوں میں سب سے زیادہ اخلاص وللّٰہیت رکھنے والے تھے۔

۲-کیونکہ انھیں رسول پاک ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل ہوا۔آپ کی معیت میں انھوں نے جہاد کیا اور آپ کی سیرت طیبہ کو قریب سے جانا پہچانا۔

۳-کیونکہ اللہ تعالی نے انھیں اپنے نبی پاک کی صحبت کے لیے منتخب فرمایا۔

۴-کیونکہ اللہ تعالی نے بہت ساری آیات کے اندر ان سلف صالحین کا تزکیہ فرمایا ہے اور ان کی تعریف وتوصیف بیان کی اور ان سے اپنی رضا اور خوشنودی کا اعلان کیا ہے۔

۵-کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی اتباع اور اقتدا کا حکم دیا ہے۔

۶-کیونکہ ان سلف صالحین نے دین میں کوئی نئی چیز نہیں ایجاد کی نیز ان کا اجماع بھی قطعی حجت اور دلیل ہے۔

۷-کیونکہ وہ اس امت کے افضل ترین لوگ اور نصوص شریعت کی سب سے زیادہ سمجھ بوجھ رکھنے والے تھے۔

۸-کیونکہ قرآن کی تفسیر اور قرآن کی زبان کے متعلق سب سے زیادہ علم ومعرفت رکھنے والے تھے۔

۹-کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذکر فرمایا کہ فرقہ ناجیہ (نجات پانے والی جماعت) وہ ہے جو رسول پاک اور ان کے صحابہ کرام کے طریقہ پر کاربند ہوگی۔

*** فہم سلف کے مطابق قرآن وسنت کو سمجھنے کے فوائد وثمرات:**

۱-قرآن وسنت اور سلف صالحین کے اجماع کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رہنے سے ایک مسلمان اختلاف وانتشار اور مختلف آراء واجتہادات کے تضاد سے محفوظ رہتا ہے۔

۲-شرعی دلیل پر سلف صالحین کے عمل وفہم پر غور وفکر کرنے سے استدلال کی صحت وصداقت کا اندازہ ہوتا ہے۔ کیونکہ سلف صالحین کے کسی دلیل کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے سے اس دلیل میں کسی احتمال کا کوئی شائبہ باقی نہیں رہتا اور دیگر اشکال بھی دور ہوجاتے ہیں۔

امام شاطبی نے کہا: شرعی دلیل پر غور وفکر کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ دلیل کے متعلق سلف صالحین کے فہم اور ان کے عمل کو سامنے رکھے۔ اس لیے کہ ان کا فہم وعمل زیادہ درست اور علم وعمل کے لیے زیادہ مناسب و پائیدار ہے۔ (الموافقات: ۷۷/۳)

۳-سلف صالحین کے فہم وعمل پر چلنے سے انسان غلط اور باطل قول وعمل میں پڑنے سے محفوظ رہتا ہے۔ اس لیے کہ سلف صالحین نے جن چیزوں میں خاموشی اختیار کی ہے اور بعد کے لوگوں نے اس میں کلام کیا ہے تو اس میں خاموشی ہی زیادہ لائق اور مناسب تھی۔

۴-اس سے بدعت وگمراہی کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ اس لیے کہ بعض گمراہ فرقے اپنے مذہب کی حمایت اور بدعات کی تائید کے لیے نصوص شریعت میں تحریف کرتے ہیں۔ جب کہ ان نصوص کو سمجھنے کے لیے سلف صالحین کا فہم ہی فیصل اور برحق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب فہم نصوص میں صحابہ کا قول پیش کیا جاتا ہے تو اہل بدعت کو بڑی تکلیف ہوتی ہے۔

۵-مخالف کو جواب دینے کے لیے سلف صالحین کے فہم کا استعمال: چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے خوارج سے مناظرہ کے وقت کہا تھا: میں تمہارے پاس صحابہ رسول کے پاس سے آرہا ہوں اور تمہارے درمیان کوئی بھی ان میں سے موجود نہیں ہے۔ حالانکہ قرآن انھی پر نازل ہوا ہے اور وہی اس کی تفسیر کو زیادہ بہتر جاننے والے ہیں۔ (جامع بیان العلم: ۱۲۷/۲)

دارقطنی کی روایت ہے، عباد بن العوام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے پاس شریک تشریف لائے تو ہم نے ان سے کہا: ہمارے یہاں کچھ معتزلہ کے لوگ ان احادیث کا انکار کرتے ہیں: ”إن الله ينزل إلى السماء الدنيا“ و ”إن أهل الجنة يرون ربهم“ انھوں نے جواب دیا: رہی ہماری بات تو ہم نے اپنا دین تابعین کی نسل سے اور تابعین نے صحابہ کرام سے اخذ کیا ہے۔ بھلا بتاؤ ان لوگوں نے یہ دین کہاں سے حاصل کیا ہے؟ (کتاب الصفات للدارقطنی ص ۴۳)

دفاعِ شریعت

توحید اسماء وصفات کے بارے میں سلف صالحین کا عقیدہ اور اس باب میں چند اصطلاحات کی وضاحت

● شیخ مختار احمد محمدی مدنی (جبیل، سعودی عرب)

اس بات کا عقیدہ رکھنا کہ اللہ کے بے شمار نام وصفات ہیں جو قرآن کریم اور سنت صحیحہ میں بیان کئے گئے ہیں:

نہ ان کی غلط تاویل کی جائے گی۔اور نہ ہی ان کا انکار کیا جائے گا۔اور نہ ہی ان کی کیفیت بیان کی جائے گی۔اور نہ ہی مخلوق سے ان کی مماثلت اور تشبیہ دی جائے گی۔اسے توحید اسماء وصفات کہا جاتا ہے۔دلیل اللہ کا یہ ارشاد ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ [الشوری: ۱۱] یعنی: ''اس جیسی کوئی چیز نہیں ہے اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے''۔

اس آیت میں اللہ نے اس بات کا انکار کیا ہے کہ اس جیسی کوئی چیز ہو، ساتھ ہی یہ ثابت کیا ہے کہ وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے، یہی سلف صالحین یعنی صحابہ تابعین وتبع تابعین اور ان لوگوں کا منہج ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر ہیں، قرآن وحدیث میں اللہ کے جو نام وصفات بیان کئے گئے ہیں ان پر ایمان لاتے ہیں، نہ ان کا انکار کرتے ہیں اور نہ ہی مخلوق سے مماثلت وتشبیہ دیتے ہیں، اور نہ ہی ان کی کوئی کیفیت بیان کرتے ہیں، یہی سلف صالحین کا منہج ہے اور اسی منہج کے اپنانے میں نجات ہے، اور ان کے طریقے کو چھوڑ دینا ضلالت ہے۔

اللہ کے بے شمار نام ہیں، جو اللہ کے شایان شان ہیں، البتہ ان ناموں میں سے ننانوے نام اگر کوئی یاد کرتا اور ان کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے اس کے لئے جنت کی بشارت ہے۔(صحیح بخاری)

اللہ عزوجل کے چند اسماء حسنی: **الرحمن، الرحیم، القاهر، القادر، السميع، البصير، القدوس، العليم، الملك، السلام، العزيز.**

اللہ کے یہ مبارک نام صرف نام نہیں ہیں جو معانی وصفات سے خالی ہوں بلکہ یہ مبارک نام اہم معانی اور عظیم صفات پر بھی دلالت کرتے ہیں، اللہ کا ہر نام، صفت پر دلالت کرتا ہے جیسے رحمن اور رحیم صفت رحمت پر دلالت کرتے ہیں، سمیع، سمع (سننے) اور بصیر، بصر (دیکھنے) علیم، علم، اور کریم، کرم (جود وسخاوت) خالق، خلق (پیدا کرنے) پر اور رزاق، روزی دینے پر دلالت کرتا ہے۔دیگر ناموں کی مثالیں بھی اسی طرح ہیں۔

اللہ عزوجل کے صفات عالیہ کی چند مثالیں:

العلو (بلندی) **السمع** (ہر چیز کا سننا) **البصر** (ہر چیز کا دیکھنا) **القدرة** (ہر چیز پر قدرت رکھنا)۔

ایسے ہی ہمارا ایمان ہے کہ اللہ کا چہرہ ہے، دلیل اللہ کا یہ ارشاد ہے: ﴿وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾ [الرحمن: ۲۷] یعنی: ''اور تیرے رب کا چہرہ جو عزت وبزرگی والا ہے باقی رہنے والا ہے''۔

ہمارا ایمان ہے کہ اللہ کے شایان شان دو ہاتھ ہیں، اس کی

دلیل اللہ کا یہ ارشاد ہے: ﴿بَلۡ يَدَاهُ مَبۡسُوطَتَانِ يُنفِقُ كَيۡفَ يَشَآءُ﴾ [المائدۃ: ٦٤]

یعنی: ''اللہ کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے''۔

اسی طرح اللہ کے شایان شان اس کی دو حقیقی آنکھیں ہیں، دلیل اللہ کا یہ ارشاد ہے:

﴿وَٱصۡنَعِ ٱلۡفُلۡكَ بِأَعۡيُنِنَا وَوَحۡيِنَا﴾ [ہود: ۳۷] یعنی: ''(اے نوح) ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہمارے حکم سے کشتی بناؤ''۔

اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: '' **حجابه النور لوكشفه لأحرقت سبحات وجهه ماانتهى اليه بصره من خلقه** ''. (صحیح مسلم)

ترجمہ: ''اللہ کا پردہ نور ہے اگر اسے ہٹادے تو اس کے چہرے کی تجلیاں تاحد نگاہ اس کی مخلوق کو جلا کر خاک کردیں''۔

سلف صالحین کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ کی دو حقیقی آنکھیں ہیں اس کی تائید نبی اکرم ﷺ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے جو آپ ﷺ نے دجال کے بارے میں فرمایا: ''**اِنَّهُ أعوَرُ وَرَبُّكُم لَيسَ بِأَعوَرَ**''. (متفق علیہ) ''دجال کانا (ایک آنکھ والا) ہے اور تمہارا رب اس عیب سے پاک ہے''۔

یہ اللہ عزوجل کی کچھ صفات بیان کی گئی ہیں ورنہ اللہ تعالی کے جس طرح بے شمار نام ہیں اسی طرح اس کے شایان شان بے شمار بلند و بالا صفات ہیں۔

اللہ کے اسماء حسنی اور صفات عالیہ کے بارے میں سلف صالحین کا عقیدہ و منہج:

۱) سارے اسماء وصفات پر ایمان لانا ضروری ہے۔ کچھ پر ایمان اور کچھ کا انکار یہ منہج سلف نہیں بلکہ اہل بدعت وضلالت کا شیوہ وعمل ہے۔

۲) اللہ کے تمام نام وصفات توقیفی ہیں یعنی ان کا دارومدار کتاب وسنت صحیحہ پر ہے، اپنی طرف سے نہ اللہ کا کوئی نام رکھنا جائز ہے اور نہ ہی کوئی صفت۔ البتہ اللہ کے بارے میں خبر دینا اس کے علم وقدرت کو بیان کرنے کا باب وسیع ہے۔

۳) اللہ کے سارے نام وصفات حقیقی ہیں اور اس کے شایان شان ہیں جس طرح اللہ تعالی اپنی ذات میں ایکتا ہے اسی طرح نام وصفات میں بھی ایکتا ہے۔

۴) اللہ کے نام وصفات کے معانی ہیں البتہ ان کی کیفیت کا ہمیں علم نہیں، اگر کوئی ان کی کیفیت بیان کرتا ہے تو وہ اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے، اسی طرح اگر کوئی اللہ کے نام وصفات پر ایمان تو رکھتا ہے لیکن ان کے معانی کو اللہ کے سپرد کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ان نام وصفات کے معانی ہمیں نہیں معلوم، تو وہ بھی گمراہ اور سلف صالحین کے منہج پر نہیں ہے۔ سلف صالحین کا منہج کیفیت کی تفویض ہے نہ کہ معانی کی۔

۵) اللہ کی صفات کی کیفیت کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔

لہٰذا: اگر کسی نے اللہ کے کسی ثابت شدہ نام یا صفت کا انکار کیا، یا اپنی عقل سے اللہ تعالی کا کوئی ایسا نام یا صفت بیان کیا جو قرآن وحدیث میں نہیں ہے، یا اللہ کے نام یا صفت کی کسی مخلوق سے مماثلت یا تشبیہ دی، یا ایسا معنی بیان کیا جس کی کتاب وسنت صحیحہ میں کوئی دلیل نہیں ہے یا ان نام وصفات کے معانی کو اللہ کی طرف تفویض کیا، یا ان کی کیفیت بیان کی، تو اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر جھوٹ باندھا، اور سلف صالحین کے راستہ کو

چھوڑ کر اہل بدعت کے راستہ کو اپنالیا، ارشاد باری تعالی ہے:
﴿فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ ٱفْتَرَىٰ عَلَى ٱللَّهِ كَذِبًا﴾ [الکھف:۱۵]
یعنی: ''اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جواللہ پر جھوٹ باندھے''۔

اب آیئے اس باب میں چند اصطلاحات کی وضاحت کی طرف:

(ا) تحریف کا معنی: اس کا لغوی معنی ہے بدلنا، ہیر پھیر کردینا۔

اصطلاحا: لفظ میں کمی زیادتی یا اس کے معنی میں تبدیلی اور ہیرا پھیری کو تحریف کہا جاتا ہے۔

یہ یہودیوں کی صفت ہے اللہ نے اس کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿مِّنَ ٱلَّذِينَ هَادُوا۟ يُحَرِّفُونَ ٱلْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِۦ﴾ [النساء:۴۶]

یعنی: یہود کلمات کو ان کی اصلی جگہ سے بدل دیتے ہیں۔

تحریف کی دو قسمیں ہیں: اُ) لفظی تحریف: یعنی لفظ میں کسی حرف کی زیادتی یا کمی کردینا یا شکل میں تبدیلی کردینا: عام طور پر اس کا وقوع نہیں ہوتا، البتہ ایک حرف کی کمی زیادتی بھی معنی کو مکمل بدل دیتی ہے، بلکہ حرکت بدل جانے سے پورا معنی بدل جاتا ہے۔

اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام کی قوم بنو اسرائیل کو حکم دیا تھا کہ وہ حطۃ کہتے ہوئے مبارک سرزمین میں داخل ہوجائیں، حطہ کا معنی ہے کہ ہم اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتے ہیں، یہ کہنے کے بجائے وہ حنطۃ کہنے لگے، ایک حرف زیادہ کردیا جس سے اس کا معنی مکمل طور پر بدل گیا، اس کا مطلب یہ ہوگیا کہ ہمیں گیہوں چاہئے۔

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَكَلَّمَ ٱللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا﴾ [النساء:۱۶۴]

اللہ کی صفت کلام کے بعض منکرین ومحرفین نے لفظ الجلالۃ اللہ کو مرفوع پڑھنے کے بجائے نصب پڑھا تا کہ اللہ کی صفت کلام کا انکار کرسکیں، اور کہا کہ اللہ نے کلام نہیں کیا بلکہ موسی نے اللہ سے کلام کیا۔لیکن سورۃ الاعراف آیۃ نمبر ۱۴۳ کا کیا جواب ہوگا ﴿وَلَمَّا جَآءَ مُوسَىٰ لِمِيقَـٰتِنَا وَكَلَّمَهُۥ رَبُّهُۥ﴾ [الاعراف:۱۴۳] یعنی: (اور جب موسی ہمارے مقرر کردہ وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان سے کلام کیا) اس میں رب کو تو کسی بھی صورت میں منصوب نہیں پڑھا جاسکتا۔

ب) معنوی تحریف: لفظ میں تبدیلی کے بغیر باطل معنی بیان کرنا یا باطل معنی مراد لینا: اہل بدعت کی سب سے بڑی پہچان یہی ہے جبکہ سلف صالحین اور ان کے عقیدہ ومنہج کو اپنانے والے اس سے بری اور پاک ہیں الحمد للہ۔اہل بدعت اپنی اس تحریف کو تاویل وتطبیق کا نام دیتے ہیں، یقینا وہ تاویل ہے لیکن غلط تاویل، کیونکہ تاویل کی دو قسم ہے صحیح تاویل جو سلف صالحین کے فہم اور ان کے قول کے مطابق ہو، اور غلط وناجائز تاویل: جو فہم سلف کے خلاف اپنی عقل ومزاج کے مطابق ہو لہذا وہ جائز تاویل نہیں بلکہ صحیح معنی کی مکمل تبدیلی اور تحریف ہوتی ہے، اگر اہل بدعت کی خودساختہ تاویل کو صحیح تاویل مان لیا جائے تو دنیا میں تحریف کا وجود ہی نہیں ہوا، نہ اہل کتاب یہود ونصاری نے کبھی تحریف کی اور نہ ہی کسی اور کافر قوم وملت نے۔

تحریف معنوی کی بے شمار مثالیں ہیں، حقیقت یہ ہے کہ اہل بدعت وضلال کا دین ہی اسی پر قائم ہے۔

قرآن وحدیث میں بتایا گیا ہے کہ اللہ کے یدین ہیں (یعنی اس کے دو حقیقی ہاتھ ہیں) اہل بدعت کہتے ہیں کہ یدین کا معنی قوت اور نعمت کے ہے، اسی طرح اللہ کی دو حقیقی آنکھیں ہیں وہ

کہتے ہیں کہ آنکھوں سے مراد اللہ کی حفاظت ونگہبانی ہے، یہ سب معنوی تحریف کی مثالیں ہیں۔

اسی طرح وہ آیات جن میں یہ کہا گیا ہے کہ اللہ تمہارے ساتھ ہے اہل بدعت اس کا مطلب بیان کرتے ہیں کہ اللہ اپنی ذات سے ہمارے ساتھ ہے یعنی اس کی ذات ہر جگہ موجود ہے، جبکہ اس کا صحیح معنی یہ ہے کہ اللہ عرش پر مستوی ہے وہ اپنی ذات سے نہیں بلکہ علم وقدرت کے لحاظ سے ہمارے ساتھ ہے۔

احادیث میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر پیر کو روزہ رکھتے تھے، میلادی مولوی اس کا مطلب بتاتے ہوئے کہتا ہے کہ آپ ﷺ ہر پیر اپنی میلاد مناتے تھے، چلو ہم نے مان لیا کہ ہر پیر کو آپ ﷺ اپنی میلاد مناتے تھے، سوال یہ ہے کہ پھر آپ لوگ سال میں ایک بار ہی کیوں مناتے ہیں؟

ایسے ہی ﴿قُلْ بِفَضْلِ ٱللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِۦ فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا۟ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ﴾ [یونس:۵۸] اہل بدعت اس آیت کریمہ سے عید میلاد النبی ﷺ کی دلیل لیتے ہیں جبکہ نبی اکرم ﷺ نے اس آیۃ کا یہ مفہوم لیا نہ صحابہ وتابعین اور نہ ہی ائمہ کرام اور سلف صالحین نے، اس طرح کی بے شمار مثالیں ہیں۔

(۲) تعطیل کا معنی: لغت میں اس کا معنی ہے انکار کرنا۔

اصطلاح میں: اللہ کے اسماء وصفات کا انکار کرنا تعطیل کہلاتا ہے، اس کی تین صورتیں ہیں:

(أ) کلی تعطیل: یعنی اللہ کے تمام اسماء وصفات کا یا اللہ کے تمام صفات کا انکار کرنا: یہ الحاد ہے، اور اللہ کو جھٹلانا ہے، جب اللہ رب العالمین نے خود قرآن کریم میں اپنے نام اور صفات کو بیان کیا ہے اور نبی کریم ﷺ نے اپنی حدیثوں میں اللہ کے نام وصفات کو بیان کیا ہے، تو پھر ہم کون ہوتے ہیں انکار کرنے والے؟ لہذا ایک مسلمان کو تمام نام وصفات پر ایمان لانا ضروری ہے جس طرح صحابہ وتابعین اور سلف صالحین ایمان لائے، نام وصفات کا بالکلیہ انکار کرنا کفر ہے۔

سب سے پہلے جس نے اللہ کے تمام نام وصفات کا انکار کیا وہ جعد بن درہم ہے، وہ کفریہ عقائد کا حامل تھا اس کا عقیدہ تھا کہ قرآن مخلوق ہے، اس نے اللہ کے کلام کا انکار کیا، یہ بھی کہتا تھا کہ اللہ نے موسی علیہ السلام سے کلام نہیں کیا، نہ ہی اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا، اس کے کفریہ عقائد کی بناء پر بصرۃ کے امیر خالد بن عبد اللہ قسری نے عید الاضحیٰ کے دن سنہ ۱۲۴ھ میں اسے قتل کر دیا، اسی جعد بن درہم سے جہم بن صفوان نے تعطیل یعنی اللہ کے تمام نام وصفات کے انکار کا عقیدہ سیکھا، یہ اصل کوفہ کا رہنے والا تھا، بعد میں خراسان چلا گیا اور وہاں اپنی گمراہیوں کو پھیلانے لگا، اس کا عقیدہ تھا کہ قرآن مخلوق ہے، انسان مجبور ہے، اللہ کی ذات ہر جگہ ہے، اسی طرح قیامت سے متعلق ایمان کے تمام مبادیات کا انکار کر دیا جیسے عذاب قبر اور اس کی نعمتوں کا انکار، میزان، پل صراط، اور اللہ کی رؤیت کا انکار، اس کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ جنت وجہنم ختم ہو جائیں گے، وہ ظالم حکمرانوں کے خلاف خروج وبغاوت کو بھی جائز کہتا تھا، جہمیہ اسی کے ماننے والوں کو کہا جاتا ہے، خراسان کے امیر سلم بن أحوز نے سنہ ۱۲۸ھ میں اس کو قتل کیا۔ (عبد اللہ بن أحمد فی السنۃ، ابن بطۃ فی الابانۃ واللالکائی وسندہ صحیح)

ایک اور فرقہ ہے جس کا نام ہے معتزلہ (عقل پرست) انہوں نے اللہ کے نام کا اثبات تو کیا لیکن اس کے تمام صفات کا مکمل انکار کر دیا۔

معتزلہ کہنے کا سبب: اس کا لغوی معنی ہے الگ ہوجانے والے، سید التابعین حسن بصری رحمہ اللہ کی مجلسوں میں واصل بن عطاء نامی ایک شخص بیٹھا کرتا تھا، ایک دن وہ یہ کہہ کر ان کی مجلس سے نکل گیا کہ مرتکب کبیرۃ یعنی بڑے گناہوں کا ارتکاب کرنے والا دنیا میں **منزلة بين المنزلتين** ہے، یعنی دنیا میں اس کا حکم یہ ہے کہ نہ وہ مسلمان ہے نہ ہی کافر بلکہ دونوں کے درمیان ہے، البتہ آخرت میں وہ ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہے گا، جب وہ نکل گیا توحسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا اعتزلنا واصل، یعنی واصل ہم سے الگ ہوگیا، اسی وقت سے ان لوگوں کا نام معتزلہ پڑ گیا، عباسی دور میں ان کا بڑا اثر ونفوذ تھا اور یہ مسلک بہت پھیلا ان کے کچھ باطل عقائد یہ ہیں:

۱) اللہ کی تمام صفات کا انکار: نام کا اثبات کیا لیکن بغیر صفات کے، جیسے اللہ سمیع ہے بغیر سمع کے، علیم ہے بغیر علم کے، قدیر ہے بغیر قدرت کے۔ اسی طرح اللہ کے چہرہ، دونوں ہاتھ، دونوں آنکھیں، اللہ کی انگلیاں، اس کے قدم ان تمام صفات کا انکار کردیا۔ یہی نہیں اللہ کی تمام صفات خواہ ذاتی ہوں یا فعلی سب کا انکار کردیا، ذاتی صفات کا مطلب ایسی صفات جو اللہ کی ذات سے کبھی الگ نہیں ہوتیں اور اللہ کی مشیت کے تابع نہیں ہوتیں جیسے علم، قدرت، حیاۃ، چہرہ، اس کے دونوں ہاتھ، اور اس کی انگلیاں وغیرہ اور فعلی صفات کا مطلب ہے جو اللہ کی مشیت اور اس کے ارادہ کے تابع ہوں، یعنی جب اللہ چاہتا ہے تب کرتا ہے اور جب نہیں چاہتا ہے تو نہیں کرتا ہے، ان صفات کو صفات اختیاریہ بھی کہا جاتا ہے، جیسے آسمان دنیا پر اللہ کا نزول، اللہ کا ضحک (ہنسنا)، غضب (غصہ ہونا) فرح (خوش ہونا)، اللہ کا کلام کرنا وغیرہ وغیرہ، واضح رہے کہ یہ صفات گرچہ اللہ کی مشیت کے تابع ہیں لیکن اللہ تعالی ان تمام صفات سے ہمیشہ سے متصف ہے اور ہمیشہ متصف رہے گا، الغرض انہوں نے اللہ کی تمام صفات کا مکمل انکار کردیا۔

۲) مرتکب کبیرہ (بڑے گناہوں کا مرتکب) آخرت میں مخلد فی النار یعنی ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہے گا لیکن دنیا میں **منزلة بين المنزلتين** رہے گا نہ مسلمان مانا جائے گا نہ کافر۔ خوارج اور معتزلہ دونوں آخرت میں مرتکب کبیرہ کے تعلق سے متفق ہیں، البتہ دنیا میں اس کا کیا حکم ہوگا میں اس مسئلہ میں دونوں میں تھوڑا سا فرق ہے خوارج کے یہاں بڑے گناہوں کا مرتکب دنیا میں بھی کافر ہوتا ہے، جبکہ معتزلہ کے یہاں وہ نہ مسلمان ہے نہ کافر دونوں کے درمیان ہے۔ اسی لئے معتزلہ کو مخانیث الخوارج یعنی خوارج کے ہجڑے کہا جاتا ہے۔

۳) تقدیر کا انکار کیا اور یہ کہا کہ انسان آزاد ہے وہ اپنے افعال کا خالق ہے۔

۴) ہر چیز میں عقل کو شریعت پر مقدم کرتے ہیں خواہ اس کا تعلق ایمان وغیبیات سے ہو یا عبادات سے، ان کے یہاں عقل ہی معیار ہے، جو چیز عقل پر پوری اترے اسے مانیں گے ورنہ انکار کردیں گے خواہ وہ صحیح حدیث ہی کیوں نہ ہو، یا اس کی غلط تاویل کریں گے جیسے کوئی چیز قرآن کریم میں ہے اور وہ ان کی عقل کے خلاف ہے تو انکار تو نہیں کریں گے البتہ سلف صالحین کے منہج وفہم سے ہٹ کر اس کا غلط معنی بیان کریں گے، اسی لئے انہیں عقل پرست کہا جاتا ہے۔ شیعہ زیدیہ اور اباضیہ انہی عقائد کے حاملین میں سے ہیں۔

۵) قیامت کے دن اہل جنت کے لئے اللہ کی رؤیت کا انکار کیا۔

۶) ان کا عقیدہ ہے کہ قرآن مخلوق ہے۔

دین میں ایمان کے چھ ارکان ہیں، معتزلہ نے ان ارکان کے بجائے دین کے پانچ اصول وضع کئے اور ہر اصل کے اندر ایک غلط معنی چھپا کر رکھا:

پہلا اصول: توحید نام تو بہت پیارا ہے لیکن اس کی آڑ میں جہمیہ کی طرح اللہ کی تمام صفات کا انکار کردیا، اسی لئے ان کو جہمیہ اور معطلہ بھی کہا جاتا ہے، ان کے نزدیک اللہ کے لئے صفات ثابت کرنا اللہ کو مخلوق سے تشبیہ دینا ہے اسی لئے ان کے یہاں اللہ کے لئے صفات ثابت کرنے والے مشرک ہوتے ہیں، ان کے یہاں صفات کا اثبات تعدد ذات کو مستلزم ہے جبکہ ذات ایک ہی ہے اس لئے وہ تمام صفات کا انکار کرتے ہیں، یہ جہالت کی انتہا ہے ایک شخص کے اندر کئی صفات ہوتی ہیں وہ سنتا بھی ہے کھاتا بھی ہے سوتا بھی ہے بات بھی کرتا ہے تو کیا اس سے تعدد اشخاص لازم آتا ہے ہرگز نہیں۔

دوسرا اصول عدل: اس اصول کی آڑ اور پردے میں تقدیر کا انکار کیا، اسی لئے معتزلہ کو قدریہ بھی کہا جاتا ہے، ان کے نزدیک تقدیر ماننا انسان کو مجبور کرنا ہے اور کسی کو مجبور کرنا ظلم ہے اور اللہ تعالی عدل والا ہے وہ ظلم سے پاک ہے اسی لئے انہوں نے تقدیر کا انکار کردیا اور کہا کہ تقدیر ماننا یہ حریت کے خلاف ہے اور یہ ظلم ہے، ظاہر ہے ان کا قول سراسر غلط ہے تقدیر ایمان کا رکن ہے اس کے بغیر کوئی مومن ہو ہی نہیں ہوسکتا، اور اس کا کوئی بھی عمل اللہ کے یہاں قابل قبول نہیں ہوگا، چاہے وہ احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کردے، اور پھر تقدیر پر ایمان انسان کو مجبور نہیں کرتا کیونکہ انسان کو نہیں معلوم کہ اس کی تقدیر میں کیا لکھا ہے۔ اور تقدیر ظلم نہیں ہے کیونکہ اللہ نے اپنے علم کے مطابق ہر شخص کی تقدیر لکھی، اگر کوئی طالب علم امتحان میں سوالوں کا جواب نہ دے اور ممتحن اسے فیل کردے تو کیا یہ ظلم ہوگا؟ نہیں، بلکہ یہی انصاف ہوگا۔ تقدیر پر ایمان انسان کو حزن وملال، مایوسی، خودکشی، بزدلی، چیخنے چلانے اور گریہ وزاری جیسی قبیح چیزوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

تیسرا اصول: مرتکب کبیرۃ دنیا میں **منزلة بين المنزلتين** ہے یعنی نہ کافر نہ مسلمان البتہ آخرت میں مخلد فی النار ہوگا۔

یہ بات بھی کتاب وسنت صحیحہ کے سراسر خلاف ہے، دنیا میں ایمان وعدم ایمان کے لحاظ سے انسان کی دو ہی قسم ہے مسلمان یا کافر جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ کا ارشاد ہے: ﴿هُوَ ٱلَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنكُمْ كَافِرٌ وَمِنكُم مُّؤْمِنٌ وَٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ [التغابن: ۲] یعنی: اللہ ہی نے تمہیں پیدا کیا، تم میں سے کچھ کافر تو کچھ مومن ہیں اور تم جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ دیکھ رہا ہے۔

یہ تیسری قسم نہ مسلمان نہ کافر یہ ان کی ناقص عقل کی ایجاد ہے، حتی کہ منافقین دنیا میں مسلمان کے زمرے ہی میں شمار ہوتے ہیں، البتہ وہ آخرت میں جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں رہیں گے، اور ان کا یہ کہنا کہ مرتکب کبیرہ مخلد فی النار ہوگا یہ قول بھی باطل ہے یہ صرف کافر ومشرک اور منافق کے لئے ہے کہ اگر بغیر توبہ کے مرگئے تو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، شرک وکفر اور نفاق کے علاوہ بڑے گناہوں کے مرتکب کی توبہ کئے بغیر اگر موت ہوگئی تو اللہ کی مشیت کے تحت ہے چاہے اللہ تعالی اسے معاف کردے اور شروع ہی سے جنت میں داخل کردے اور چاہے تو معاف نہ کرے اسکے گناہوں کی اسے سزادے، لیکن سزا کاٹنے کے بعد وہ ضرور جنت میں آئے گا بشرطیکہ اس کی وفات توحید خالص پر ہوئی ہو، شرک پر نہ ہوئی ہو۔

چوتھا اصول: نفاذ الوعد والوعید: اس کا مطلب ہے کہ شریعت میں جس کے بارے میں بھی اللہ کا وعدہ ہے وہ اسے مل کر رہے گا اور جس کے بارے میں وعید ہے وہ بھی اسے مل کر رہے گی، اسی لئے وہ مرتکب کبیرہ کو جہنمی مانتے ہیں۔

ظاہر ہے ان کا یہ اصول غلط اور سلف صالحین کے اصول ومنہج کے خلاف ہے، اپنے اس غلط اصول کی بناء پر انہوں نے قرآنی آیات کی غلط تاویل کی اور ان تمام حدیثوں کا انکار کردیا جن میں مرتکب کبیرہ کے لئے شفاعت کا ثبوت ہے یا جن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شرک کے علاوہ بڑے گناہوں کا مرتکب اللہ کی مشیت کے تحت ہے، چاہے تو اس کو عذاب دے اور چاہے تو اس کو معاف کردے۔

جن گناہوں کے بارے میں جہنم کی وعید سنائی گئی ہے یا ان اعمال کو کفر قرار دیا گیا ہے علماء سلف نے اس کی کئی توجیہ کی ہے۔

(۱) یہ جہنمیوں اور کفار کے اعمال ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان کا مرتکب ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہے گا جیسے بہت سارے کافر مومنین کے بہت سارے اعمال کرتے ہیں جیسے سچ بولنا وعدہ پورا کرنا عدل کرنا وغیرہ لیکن وہ ان اعمال کی وجہ سے مومن نہیں کہلاتے اور نہ ہی جنت کے حقدار بنتے ہیں، اسی طرح کافروں کے کچھ اعمال کرنے سے کوئی کافر نہیں بن جاتا اور نہ ہی جہنم کا حقدار بن جاتا ہے۔

(۲) اگر کوئی ان گناہوں کو حلال سمجھ کر کرتا ہے تو وہ ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہے گا کیونکہ یہ کفر اعتقادی ہے، ایسا شخص کافر ہوجاتا ہے، یہ عملی کفر نہیں رہ جاتا۔

(۳) ان گناہوں کی سزا یہی ہے، لیکن موانع یعنی رکاوٹوں کی وجہ سے وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیں گے، اللہ پر ایمان اور شرک نہ کرنا جہنم میں جانے کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اس کی ایک چھوٹی سی مثال ہے چوری پر ہاتھ کاٹنا لیکن اگر کوئی مانع آجائے تو ہاتھ نہیں کاٹا جاتا، جیسے چوری کرنے والا اگر بچہ ہے، یا مجنون ہے، یا زبردستی اس سے چوری کرائی گئی ہے یا چوری کا مال حد نصاب کو نہیں پہونچا، تو یہ سب موانع ہیں جس وجہ سے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔

(۴) جہنم میں ایک لمبی مدت تک رہنا مراد ہے، عربی زبان میں لمبی مدت پر بھی خلود کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

(۵) زجر وتوبیخ کے لئے یہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں تاکہ کوئی ان کے قریب نہ جائے۔

اسی طرح جن اعمال پر ثواب کا وعدہ ہے کوئی ضروری نہیں ہے کہ وہ وعدہ ان کو مل کر رہے، اگر کوئی شرط مفقود ہوگئی تو وہ ثواب نہیں ملے گا۔ مثال کے طور پر بغیر اخلاص کے نماز پڑھنے والے کے لئے کوئی اجر نہیں ہے۔

پانچواں اصول: امر بالمعروف ونہی عن المنکر: ان کے یہاں پہلے جزء کا مطلب ہے اپنے فاسد وباطل آراء کی نشر واشاعت اور لوگوں پر ان کو لازم قرار دینا، اسی لئے انہوں نے خلق قرآن کے عقیدہ کو اپنانے پر علماء کو مجبور کیا ان پر زبردستی کی جس نے انکار کیا ان کو مارا پیٹا قتل بھی کیا۔

دوسرے جزء کا مطلب ہے، صحیح احادیث میں انکار منکر کے جو درجات بتائے گئے ہیں ان کا خیال نہ رکھنا اور خوارج کی طرح ظالم امام وقت کے خلاف خروج وبغاوت کرنا۔ (ان کے عقائد کے لئے مطالعہ کیجئے: **الفرق بين الفرق وبيان الفرقة الناجية عبد القاهر بن طاهر البغدادی ، اور الفصل فی الملل والأهواء والنحل امام ابن حزم**)

پرانے زمانے کے معتزلہ میں سے خلیفہ مامون، بشر المریسی، ابن ابی دواد، قاضی عبد الجبار ہمدانی، زمخشری صاحب الکشاف، جاحظ، وغیرہ ہیں، موجودہ دور میں مصر کے محمد عبدہ، سعد زغلول، لطفی سید، قاسم امین، طہ حسین فہمی ہویدی، احمد امین، ہندوستان میں سرسید، پاکستان میں اس وقت جاوید غامدی وغیرہ ہیں۔ یہ واضح رہے کہ تمام روافض، وخوارج معتزلہ ہوتے ہیں۔

(ب) **تعطیل کی دوسری قسم** ہے اللہ کی کچھ صفات کا اقرار اور اکثر صفات کی بیجا تاویل اور غلط معنی بیان کرنا جو عقل میں آئے اس پر ایمان ہو اور جو عقل میں نہ آئے اس کا غلط معنی بیان کرنا، ظاہر ہے ایسا کرنا بالکل جائز نہیں ہے، کیونکہ اللہ کی بعض صفات پر جس طرح ایمان ہے اسی طرح اس کی ساری صفات پر ایمان ہونا چاہئے خواہ عقل میں آئے یا نہ آئے، کیونکہ ہماری عقل محدود ہے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سچ ہے، معتزلہ کی طرح صراحۃ ان لوگوں نے اللہ کی صفات کا انکار نہیں کیا البتہ ان صفات کی غلط توجیہ اور غلط معنی بیان کیا جو بلاشبہ ایک طرح کا انکار کرنا ہی ہے، مثال کے طور پر اللہ کے لئے وجہ یعنی چہرہ ہے، یہ لوگ اللہ کے لئے اس صفت کا اقرار کرتے ہیں لیکن اس کا صحیح معنی یعنی چہرہ مراد نہیں لیتے، بلکہ یہ کہتے ہیں کہ وجہ سے مراد اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی ہے، اسی طرح یہ لوگ اللہ کے لئے ید مانتے ہیں لیکن کہتے ہیں ید کا مطلب ہے اللہ کی قدرت، اسی طرح اللہ کی ایک صفت ہے (مجیء) آنا، یہ لوگ اس صفت کا اقرار تو کرتے ہیں لیکن اس کا مطلب اللہ کی ذات کا آنا مراد نہیں لیتے بلکہ یہ کہتے ہیں اس سے مراد اللہ کا حکم آئے گا۔ ظاہر ہے اس طرح کا معنی بیان کرنا سلف صالحین کے منہج کے خلاف ہے اور اس صفت کا انکار بھی ہے کیونکہ ان لوگوں نے جو معنی بیان کیا وہ قطعا صحیح نہیں ہے قرآن وسنت صحیحہ کے خلاف ہے، گرچہ ان کے بزعم خویش انہوں نے اپنے اس عمل سے سلف صالحین اور معتزلہ کے بیچ ایک درمیانی راستہ نکالنے کی کوشش کی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ درمیانی نہیں بلکہ انتہائی غلط اور مسلک سلف سے مکمل ہٹ کر ایک نیا راستہ ہے، یہ راستہ جنہوں نے اپنایا وہ اشاعرہ اور ماتریدیہ کہلائے، یہ لوگ صفات کی غلط توجیہ اور غلط معنی بیان کرتے ہیں جبکہ کچھ صفات کے معانی اللہ کی طرف تفویض کرتے ہیں اس لئے ان پر بھی مفوضہ کا اطلاق ہوتا ہے۔

اشاعرۃ: اللہ کی صفات میں سات صفات پر ایمان رکھتے ہیں، علم، قدرت، حیات، سمع، بصر، ارادہ، کلام، اور ماتریدیۃ ایک اور صفۃ تکوین کے قائل ہیں یعنی کائنات کو وجود میں لانا اور اس کا نظام چلانا وغیرہ، ان صفات کو صفات معانی اور صفات وجودیہ بھی کہتے ہیں۔

ابوالحسن اشعری: اشاعرہ انہیں کی طرف منسوب ہیں، اشعری عقیدے کے بانی مبانی یہی ہیں، ان کی ولادت سنہ ۲۶۰ھ میں ہوئی چالیس سال تک وہ معتزلی رہے، پھر بعد میں اعتزال کو چھوڑ کر ایک نیا مسلک پیدا کیا جس میں عقل سے اللہ کی سات مذکورہ صفات کا اثبات کیا اور باقی تمام صفات کی غلط تاویل کی، آخر میں اس مسلک کو بھی چھوڑ دیا اور سلف صالحین کے مسلک کو اپنا لیا، اس کے لئے انہوں نے تین کتابیں بھی لکھیں، سنہ ۳۳۲ھ کے آس پاس وفات ہوئی، رحمہ اللہ وغفر لہ، لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ان کے متبعین ان کے پرانے مسلک ہی پر قائم ہیں، صفات کی غلط تاویل کرتے ہیں اور مرجئہ بھی ہوتے ہیں۔

ابومنصور ماتریدی: (وفات سنہ ۳۳۳ھ) ماترید سمرقند میں

ایک محلہ کا نام تھا اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے ان کو ماتریدی کہا جاتا ہے، بہت بڑے متکلم، حاضر جواب، اور فلسفی تھے، ماتریدی عقیدہ کے بانی اور مؤسس ہیں تاریخ میں ان کا بہت کم ذکر ملتا ہے۔

(ج) تعطیل کی تیسری قسم: صفات کو ثابت کرنا لیکن ان کے معانی اللہ کی طرف تفویض کرنا یہ بھی تعطیل ہے یعنی یہ کہنا کہ اللہ کے ید ین ہے عینین ہے وجہ ہے لیکن ہم ان کا معنی نہیں جانتے اور ان سے اللہ کی کیا مراد ہے یہ بھی ہم نہیں جانتے، اس کے قائلین کو مفوضہ کہا جاتا ہے یہ معنی کا انکار ہے، یہ کئی وجوہ سے غلط ہے اس لئے کہ اللہ کے نام وصفات حقیقی ہیں اور ان کے معانی ہیں، اور ہم معانی کو جانتے ہیں البتہ کیفیت نہیں جانتے، سلف صالحین اور ان کے متبعین کیفیت کا علم اللہ کی طرف تفویض کرتے ہیں نہ کہ معانی کی۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مفوضہ جہمیہ سے بھی بدتر ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تفویض کا قول اہل بدعت والحاد کے بدترین اقوال میں سے ہے۔

یہ معتدل قول نہیں ہے بلکہ گمراہی ہے جب ہم اللہ کے اسماء وصفات کے معانی کو نہیں جانیں گے تو اللہ کی معرفت کیسے حاصل ہوگی، دوسری بات یدین، عینین، وجہ اور دیگر صفات کے عربی زبان میں معانی ہیں جو اہل لغت جانتے ہیں، لہٰذا معانی کی تفویض بھی تعطیل ہے، اور یہ قطعاً سلف کا طریقہ نہیں ہے یہ سلف پر اہل بدعت کی طرف سے سخت الزام ہے، جس سے وہ پاک اور بری ہیں۔

امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: **الاستواء معلوم والكيف مجهول والايمان به واجب والسؤال عنه بدعة**۔ اس طرح کا قول امام مالک کے شیخ امام ربیعہ رحمہ اللہ اسی طرح ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔

یعنی: استواء کا معنی ومطلب معلوم ہے، البتہ اس کی کیفیت مجہول ہے، استواء پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔

معلوم یہ ہوا کہ اللہ کے ہر نام وصفت کا معنی ہم جانتے ہیں البتہ کیفیت نہیں جانتے کیونکہ کیفیت کے بارے میں نہ اللہ عزوجل نے بیان کیا نہ اس کے نبی ﷺ نے اور نہ ہی سلف صالحین نے اور نہ ہی کسی نے اللہ کو دیکھا ہے، اور نہ ہی عقل وتجربہ سے حاصل ہونے والی چیز ہے، ان سب چیزوں کا تعلق غیب سے ہے اور غیب کا اصول ہے ایمان لانا اور تسلیم وتصدیق کرنا۔

قال ابن القيم رحمه الله: (والتعطيل شر من الشرک فان المعطل جاحد للذات أو لكمالها، وهو جحد لحقيقة الألوهية، فان ذاتا لا تسمع ولا تبصر، ولا تغضب ولا ترضى، ولا تفعل شيئا، وليست داخل العالم ولا خارجه، ولا متصلة بالعالم ولا منفصلة، ولا فوق ولا تحت، ولا يمين ولا شمال، هو والعدم سواء، والمشرک مقر بالله لكن عبد معه غيره فهو خير من المعطل للذات والصفات) (مدارج السالکین: ۲/۴۰۲)

تعطیل (انکار) شرک سے زیادہ سنگین ہے، کیونکہ تعطیل کرنے والا ذات کا یا اس کے کمال کا انکاری ہوتا ہے، جو حقیقت میں الہ ہی کا انکار ہوتا ہے، ایسی ذات جو نہ سنے اور نہ دیکھے، نہ

غصہ ہو اور نہ راضی، کچھ بھی نہ کرے، نہ کائنات میں ہو نہ اس سے باہر، اور نہ کائنات سے متصل ہو، نہ اس سے جدا، نہ اوپر نہ نیچے، نہ دائیں نہ بائیں، تو ایسی ذات عدم ہے (یعنی ایسی ذات کا کوئی وجود ہی نہیں ہے) اس کے بالمقابل مشرک اللہ کے وجود کا اقراری ہوتا ہے البتہ اس کے ساتھ ساتھ دوسرے کی عبادت بھی کرتا ہے، لہٰذا مشرک، ذات وصفات کے انکاری سے بہتر ہوا۔

(۳) **تکییف کا معنی:** اللہ کے نام یا اس کی صفت کی کیفیت بیان کرنا جیسے ہمارا ایمان ہے کہ اللہ کے دو ہاتھ ہیں، اب کوئی یہ کہے کہ اللہ کے ہاتھ کی کیفیت یہ ہے، اس طرح اللہ کے دونوں ہاتھ ہیں یا جس طرح ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالی آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے، اب کوئی یہ کہے کہ آسمان دنیا پر اللہ کے نزول کا طریقہ یہ ہے۔ یا جس طرح ہمارا ایمان ہے کہ اللہ کی دو حقیقی آنکھیں ہیں، اب کوئی یہ کہے کہ اللہ کی دونوں آنکھوں کی کیفیت یہ ہے، اس طرح کہنا حرام ہے، اللہ تعالی ان تمام چیزوں سے بلند و بالا ہے، کیونکہ قرآن یا حدیث میں کیفیت نہیں بیان کی گئی ہے۔ قال تعالی: ﴿يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ﴿١٠٩﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا﴾ [طہ:۱۰۹-۱۱۰]

یعنی: اس دن سفارش کچھ کام نہ آئے گی مگر جس کو رحمن کی طرف سے اجازت مل جائے اور اس کی بات سے راضی ہو جائے، جو کچھ ان کے آگے پیچھے ہے اسے اللہ ہی جانتا ہے، لوگ علم سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

(۴) **تمثیل کا معنی:** مماثلت یعنی یہ کہنا کہ اللہ کی صفات ہو بہو مخلوق کی طرح ہے، جیسے کوئی یہ کہے کہ اللہ کے دونوں ہاتھ، انسان کے دونوں ہاتھ جیسے ہیں، یا یہ کہے کہ اللہ تعالی عرش پر اسی طرح ہے جیسے ایک بادشاہ تخت پر بیٹھتا ہے، تو ایسا کہنا بالکل حرام ہے۔

(۵) **تشبیہ کا معنی:** کسی چیز سے تشبیہ دینا، یعنی یہ کہنا کہ اللہ کی صفات مخلوق کی ہو بہو تو نہیں البتہ کچھ چیزوں میں مشابہت رکھتی ہیں۔ یہ عقیدہ بھی باطل ہے کیونکہ خالق اور مخلوق کے درمیان صرف نام میں مطابقت ومشابہت ہے البتہ کیفیت اور مدلول میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔ جیسے جنت کے سارے پھلوں کے نام وہی ہوں گے جو دنیا میں ہیں یہ صرف نام میں مطابقت ہوگی البتہ ذائقہ، حجم اور خوشبو وغیرہ میں کوئی مشابہت نہیں ہوگی۔

تشبیہ کی دو قسمیں ہیں (۱) مخلوق کو خالق سے تشبیہ دینا یعنی مخلوق کے مقام کو اونچا کر دینا اور اس کو اللہ کی خصوصیات میں سے کچھ دے دینا جیسے نصاری نے عیسی علیہ السلام کو اللہ سے تشبیہ دی، انہیں اللہ کے برابر کر دیا، کفار ومشرکین نے اپنے معبودوں کو اللہ کے برابر کر دیا، یہودیوں نے عزیر علیہ السلام کو اللہ کے برابر قرار دیا اسی طرح یہ کہنا یا عقیدہ رکھنا کہ نبی دنیا وآخرت کا مالک ہوتا ہے، امام ہر چیز جانتا ہے، ولی ہر چیز پر قادر ہے، عالم الغیب ہے کان وما یکون کی خبر رکھتا ہے، یہ کھلا ہوا شرک وکفر ہے۔

(۲) خالق کو مخلوق سے تشبیہ دینا یعنی یہ کہنا کہ اللہ کے ہاتھ ہمارے ہاتھ جیسے ہیں، اللہ کی آنکھیں ہماری آنکھوں جیسی ہیں۔ دونوں کفر ہیں اور ہر تشبیہ اور تمثیل کا عقیدہ رکھنے والا صفات کا منکر ہوتا ہے اسی طرح صفات کا منکر تمثیل اور تشبیہ کا عقیدہ رکھنے والا ہوتا ہے۔ **فان المعطل لم يفهم من صفات الله الا ما يليق بالمخلوق فأراد بزعمه الفاسد تنزيهه عن ذلك فوقع فى التعطيل ، فشبه أولا وعطل ثانيا،**

والمشبه عطل الصفة التى تليق بالله ووصفه بصفات المخلوق فعطل أولا وشبهه ثانيا.

معطل (منکر صفات) پہلے وہ اللہ کی صفات کو مخلوق سے تشبیہ دیتا ہے کیونکہ اس کو یہی سمجھ میں آتا ہے پھر اللہ کی تنزیہ و پاکی میں انکار کر بیٹھتا ہے، لہذا وہ پہلے تشبیہ دیتا ہے پھر انکار کرتا ہے، اور اللہ کی صفات کو مخلوق سے تشبیہ دینے والا پہلے اللہ کی صفات جو اللہ کے شایان شان ہیں ان کا انکار کرتا ہے پھر مخلوق کی صفات سے تشبیہ دیتا ہے۔

ظاہر ہے اس طرح کی باتیں حرام اور سلف صالحین کے عقیدہ ومنہج کے یکسر خلاف ہیں، کیونکہ کسی بشر نے بھی اللہ کو نہیں دیکھا ہے تو پھر کیسے اس کی کیفیت یا اس کی تشبیہ دی جاسکتی ہے، اسی طرح قرآن وحدیث میں اللہ کے صفات کی نہ کہیں کیفیت بیان کی گئی ہے اور نہ ہی ان کی تشبیہ دی گئی ہے۔

امام بخاری کے شیخ نعیم بن حماد الخزاعی فرماتے ہیں: **من شبه الله بخلقه فقد كفرومن أنكر ما وصف به نفسه فقد كفر، وليس فيما وصف الله به نفسه ولا رسوله تشبيه** (الامام اللالکائی فی شرح السنۃ، والامام الذہبی فی العلو، قال الشیخ الالبانی: وہذا اسنادہ صحیح رجالہ ثقات معروفون مختصر العلو ص ۱۸۴)

جس نے مخلوق سے اللہ کی تشبیہ دی اس نے کفر کیا، جس نے اللہ کی صفات کا انکار کیا اس نے کفر کیا، اللہ نے جو اپنی صفات بیان کیا ہے یا اس کے رسول نے بیان کیا اس میں کوئی تشبیہ نہیں ہے۔

سلف صالحین کے یہاں تشبیہ اور تمثیل دونوں ایک دوسرے کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔

(۶) **تأويل كا معنى**: بیان کرنا تفسیر کرنا اس کی دو قسمیں ہیں:

۱) **مقبول تأویل**: یعنی کسی صفت کا وہ مطلب اور معنی بیان کرنا جو قرآن وسنت، اور سلف صالحین سے ثابت ہو جیسے: ﴿لِّلَّذِينَ أَحْسَنُواْ ٱلْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ﴾ [یونس:۲۶] اس آیت میں (زيادة) سے مراد اللہ کا دیدار ہے، ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ﴾ [البقرة:۲۵۵] کرسی سے مراد اللہ کے دونوں قدم رکھنے کی جگہ ہے۔

۲) **باطل تاویل**: یعنی ایسا معنی بیان کرنا جو کتاب وسنت اور سلف صالحین کے اقوال وتفاسیر کے خلاف ہو، جیسے ید کی تاویل قدرت سے کرنا، یدین سے نعمت یا قدرت مراد لینا، اسی طرح ﴿إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ [القيامة:۲۳] کا معنی بیان کرنا کہ اپنے رب کی نعمت کا انتظار کرنے والے ہوں گے یہ قرآن وسنت سے ہٹ کر باطل تاویل ہے، اسی کا دوسرا نام تحریف ہے، یہ اہل بدعت کا سب سے بڑا ہتھیار ہے وہ قرآن وسنت کو تو بدلنے سے رہے البتہ دونوں کی غلط تاویل کا راستہ ضرور نکال لیا، تاکہ اپنے متبعین اور خود اپنے آپ کو دھوکہ دے سکیں۔

توحید اسماء وصفات کے باب میں یہ قول: **الاستواء معلوم والكيف مجهول والإيمان به والسؤال عنه بدعة** (امام مالک وشیخہ ربیعۃ وروی عن أم سلمۃ) قاعدہ اور اساس کی حیثیت رکھتا ہے، یہ ہمیشہ ہماری نظروں کے سامنے رہنا چاہئے، احکام ومسائل میں صحابہ کرام کے مابین اختلاف ہوا لیکن ایمان وعقائد، غیبیات اور آیات صفات میں کوئی اختلاف نہیں ہوا۔ اللہ تعالی ہم سب کو سلف صالحین کے عقیدہ ومنہج پر قائم رکھے آمین۔

آداب وتعلیمات

آداب اختلاف منہج سلف کی روشنی میں

● دکتور عبید الرحمن مدنی (مدیر مرکز امام بخاری تلولی، ممبئی)

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه ومن والاه، وبعد!

اللہ رب العالمین کی ایک نہایت ہی عظیم الشان نعمت دلوں کا بغض ونفرت کینہ وکپٹ سے سلامت اور عافیت میں رہنا، نیز میل جول، اخوت و بھائی چارگی، رحمت ومحبت جیسے اعلی ترین اوصاف کا پایا جانا ہے، ان سب کے باوجود انسان فطری تقاضے کے تحت کبھی کبھار اختلاف اور نزاع باہمی کا شکار ہو جاتا ہے جس سے اخوت کا مضبوط رشتہ پارہ پارہ ہو جائے یا اس میں دراڑ پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہونے لگتا ہے، ایسے میں اسلامی ہدایات پیش نظر رکھ کر معاملات کئے جائیں تو نہ صرف نزاع و شقاق کے مہیب بادل چھٹ جاتے ہیں بلکہ محبت ومودت کی مضبوط دیواریں اپنی حالت پر برقرار نظر آتی ہیں، ذیل کی سطور میں چند اہم ہدایات اور ضروری رہنمائیاں اختلاف اور آداب اختلاف کے حوالے سے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔ اللہ رب العالمین ہم سب کو خیر پر چلنے اور قبول کرنے کی توفیق بخشے۔ (آمین)

اختلاف کا مفہوم:

اختلف کا مصدر ہے جو اتفاق کا الٹا اور اپوزٹ ہے، کہا جاتا ہے: **"كل ما لم يتساو فقد اختلف"**، یہ دونوں مختلف ہیں، جب وہ ایک دوسرے کے برابر نہ ہوں۔ (القاموس المحیط مادة خلف)

اختلاف اور مخالفت کا اصطلاحی معنی:

ہر شخص مختلف حالات اور اقوال میں دوسرے سے الگ راستہ اپنائے۔ (کتاب العین: ۴/ ۲۶۵)

کچھ لوگ دونوں کے درمیان فرق کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مخالفت کا استعمال نافرمانی اور جان بوجھ کر کئے جانے والے گناہ کے کام پر ہوتا ہے، فرمان باری تعالی ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ﴾ [نور: ۶۳]

جو لوگ نبی کریم ﷺ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انہیں فتنوں میں پڑنے اور دردناک عذاب میں مبتلا ہو جانے سے ڈرنا چاہئے۔ (دیکھئے: المحکم والمحیط الاعظم: ۵/ ۲۰۱، وغیرہ)

جبکہ (اختلاف) کا استعمال فہم وسمجھ میں مغایرت کی حالت پر ہوتا ہے فرمان الٰہی ہے:

﴿وَمَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ﴾ [النحل: ۶۴]

"ہم نے قرآن کریم آپ پر اس لئے اتارا ہے تاکہ مختلف

فیہ مسائل کی کھل کر توضیح کریں''۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشہور دعاء میں وارد ہے:

"اهدنی لما اختلف فیه من الحق باذنک، انک تهدی من تشاء الی صراط مستقیم"

''جس حق کی تلاش میں لوگ آپس میں مختلف ہوگئے اے اللہ مجھے اس کی رہنمائی فرما، تو جسے چاہے سیدھے راستے پر چلادے''۔

اختلاف کے انواع واقسام:

اختلاف کی دو قسمیں ہیں:

(1) اختلاف تنوع (2) اختلاف تضاد

اختلاف تنوع: اس اختلاف کا نام ہے جس میں متعدد آراء ایک ہی مقصد کی ترجمانی کررہی ہوں۔

بطور مثال: آیت کریمہ ﴿وَٱعۡتَصِمُواْ بِحَبۡلِ ٱللَّهِ جَمِيعٗا وَلَا تَفَرَّقُواْ﴾ [آل عمران:۱۰۳] ''تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں اختلاف نہ کرو''۔

اس آیت کریمہ میں: ﴿بِحَبۡلِ ٱللَّهِ﴾ سے مراد میں اختلاف ہے: چنانچہ بعض مفسرین نے قرآن، بعض نے اسلام، اور بعض نے سنت مراد لیا ہے، جب کہ یہ تمام تفاسیر صحیح اور درست ہیں۔

اسی طرح آیات کی متعدد قراءات، نمازوں میں مختلف طرح کی دعاء استفتاح، حج اور عمرہ میں بلند آواز سے پکارے جانے والے متعدد انواع پر مشتمل دعاء تلبیہ، اسی نوع کے اختلاف سے ہے۔

معلوم ہوا کہ اختلاف تنوع اس اختلاف کو کہتے ہیں جس میں کوئی ایک قول دوسرے قول کے خلاف نہیں بلکہ اسی کی ترجمانی دوسرے الفاظ کے ذریعہ کی جارہی ہو۔

اس نوع کے اختلاف کو اختلاف محمود بھی کہتے ہیں، جو دراصل کسی ایسے مسئلہ میں اجتہاد کے نتیجے میں ہوتا ہے جس میں نص صریح نہ ہو، بلکہ مسئلہ میں اگر نص صریح موجود تو ہو اس کے ہوتے ہوئے اجتہاد کرنا درست نہیں اور اس مسئلہ کا شمار مسائل خلاف میں سے ہوگا نہ کہ مسائل اجتہاد میں سے۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اذا حکم الحاکم فاجتهد فأصاب فله اجران، واذا حکم فاجتهد فأخطأ فله اجر".

(ترمذی:۱۳۲۶، وغیرہ) ''حاکم جب اپنے اجتہاد سے درست فیصلہ کرے تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے، اور جب فیصلہ میں غلطی کر بیٹھے تو اکہرا اجر ہے''۔

اس نوع کے اختلاف کا ایک نام: اختلاف صوری، یا اختلاف لفظی بھی ہے، مذکورہ بالا نماذج اور مثالوں کے علاوہ کچھ ایسی بھی مثالیں ہیں جن کا تعلق فعل عبادت سے ہے، جیسے آخری تشہد، نیز دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کی کیفیت کا متعدد ہونا ہے، اسی طرح مختلف حالات اور ظروف کی مناسبت سے اعمال مکلفہ کا متنوع ہونا، جیسے افضل عمل کی تعیین فرماتے ہوئے کبھی نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا بتلایا، (دیکھئے: صحیح مسلم: ۸۵) تو کبھی جہاد فی سبیل اللہ، اور ایمان باللہ کو افضل عمل قرار دیا۔ (صحیح مسلم: ۱۸۸۵) وغیرہ وغیرہ۔

(۲) اختلاف تضاد: وہ آراء و اقوال جو آپس میں ایک دوسرے کے خلاف اور اپوزٹ میں ہوں، مختلف فیہ مسائل کا تعلق عقائد سے ہو یا احکام ومسائل سے۔

جیسے کہ مسلمانوں کا اختلاف غیر مسلمین کے ساتھ، نیز اہل حق وصداقت کا عقائد کے باب میں اختلاف دیگر مخالف فرقوں کے ساتھ، نیز فقہی باب میں وہ مسائل جن پر اجماع نقل کیا گیا ہو جیسے: نشہ آور اشیاء کی حرمت، سود، زنا، چوری، غیبت، چغلخوری وغیرہ، اسی طرح وہ مسائل جن میں نص صریح کتاب وسنت سے موجود ہوں، جیسے: خبر واحد کی عقائد کے باب میں حجیت، غیر شادی شدہ زانی کا سوکوڑے کے ساتھ ایک سال کے لئے شہر بدر کرنا (دیکھئے: صحیح بخاری حدیث نمبر: ۲۷۲۴) مصراۃ والے جانور کا بیع فسخ کرتے ہوئے ساتھ میں ایک صاع کھجور بھی دینا (صحیح مسلم: حدیث نمبر: ۱۵۲۴) وغیرہ، ان سب میں اختلاف رائے اختلاف تضاد، اور اختلاف مذموم کہلائی جاتی ہے۔

اس اختلاف کی ایک شکل: اس اختلاف کی ہے جو خواہشات نفس، یا کسی متعین مسلک کی اندھی تقلید، یا کسی شخص یا گروہ کے ساتھ بے جا تعصب کی بنا پر ہو۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اجمع المسلمون على ان من استبانت له سنة عن رسول الله ﷺ لم يحل له ان يدعها لقول احد". "مسلمانوں کا اجماع ہے کہ پیارے نبی ﷺ کی سنت واضح ہوجانے کے بعد کسی بھی شخص کے لئے اس کا کسی شخص کے قول کی بنا پر چھوڑنا جائز اور درست نہیں"۔

(الاتباع لابن ابی العز: ص ۲۴، واعلام الموقعین: ۱/۶)

کیونکہ ہر ایک سے خطا اور غلطی تو ہوسکتی ہے پر نبی رحمت سے یہ ممکن نہیں، پھر اس کے ہوتے ہوئے کسی اور کے قول وفعل پر کیوں کر قائم رہا جاسکتا ہے، امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **"كل يؤخذ من قوله ويرد الا صاحب هذا القبر".** (مقدمہ صفۃ صلاۃ النبی ﷺ للالبانی) "ہر ایک کی بات لی بھی جائیگی اور چھوڑی بھی جائے گی سوائے اس قبر والے یعنی نبی کریم ﷺ کے"۔ یعنی آپ کی بات ہمیشہ اختیار کی جائے گی اسے کسی بھی حال میں ترک نہیں کیا جاسکتا۔

اختلافات کا وقوع اور سلف صالحین کا موقف: اختلاف تنوع ہو یا تضاد پیدا ہوجانے اور رواج پذیر ہونے کی شکل میں سلف صالحین کا اس کے تئیں کیا موقف تھا نیز ہم مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے؟

کتاب وسنت میں اختلاف کی ممانعت اور مذمت:

تفرق اور اختلاف تضاد، نیز وہ تمام اعمال جو اختلاف وتفرق کا ذریعہ ہیں شریعت اسلامیہ میں ممنوع اور قابل مذمت ہیں، فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَكُونُوا۟ كَٱلَّذِينَ تَفَرَّقُوا۟ وَٱخْتَلَفُوا۟ مِنۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ ٱلْبَيِّنَٰتُ ۚ وَأُو۟لَٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ [آل عمران: ۱۰۵] دوسری جگہ فرمایا: ﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ فَرَّقُوا۟ دِينَهُمْ وَكَانُوا۟ شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِى شَىْءٍ﴾ [الانعام: ۱۵۹] نیز فرمایا: ﴿وَلَا تَنَٰزَعُوا۟ فَتَفْشَلُوا۟ وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ﴾ [الانفال: ۴۶]

ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے مؤمنو! تم تفرق، اختلاف

اور نزاع باہمی سے بچو کیونکہ یہ کفار و مشرکین کے اوصاف ہیں تمہارے نہیں جس کا نقصان یہ ہے کہ تمہاری قوت کمزوری کا شکار ہوجائے گی۔

احادیث مبارکہ میں بھی اس سے منع کیا گیا ہے، ایک حدیث میں پیارے نبی ﷺ نے اختلاف باہمی کو ہلاکت کا ذریعہ اور سبب قرار دیا ہے:

"ذَرُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ، فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ". (بخاری:۵۸۶۸، مسلم:۱۳۳۷) "جب تک میں تم سے کچھ نہ کہوں تم مجھے میرے حال پر چھوڑے رکھو، کیونکہ تم سے پہلے کے لوگ بے مطلب کے سوالات اور انبیاء سے اختلاف کی وجہ سے ہلاک وبرباد ہوئے"۔

سنت نبویہ فہم صحابہ کی روشنی میں اپنانا، نیز بدعات سے مکمل طور پر اجتناب کرنا اختلافات کی شرح کم کرے گا یا مکمل طور پر ختم کردے گا، پیارے نبی ﷺ نے فرمایا:

"فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ". (ابوداود:۴۶۰۷، وصححہ الالبانی وغیرہ) "میرے بعد تم میں سے جو باحیات رہیں گے امت میں اختلاف کثیر دیکھیں گے، ایسے میں تم میری اور خلفاء راشدین کی سنت کو مضبوطی سے تھامتے ہوئے تمام طرح کی بدعات سے بچ بچا کر زندگی گزارنا، کیونکہ بدعات گمراہی ہیں"۔

عہد نبوی اور صحابہ وتابعین میں اختلاف: عہد نبوی میں اختلاف کو کس نظر سے دیکھا جاتا تھا؟ نیز اسے کم کرنے یا ختم کرنے کی نوعیت کیا تھی؟ یہ جاننے کے لئے ذیل میں چند نصوص اور واقعات پیش خدمت ہیں:

حیات نبوی میں آپ کی طرف رجوع اختلاف کو جڑ سے ختم کردینے کے لئے کافی تھا:

سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا کے یہاں شوہر کی وفات کے کچھ ہی دنوں بعد وضع حمل ہوا، جسے انہوں نے چار ماہ دس دن کے بجائے وضع حمل ہی کو عدت خیال کیا، جس کا نوٹس ابوالسنابل رضی اللہ عنہ نے کیا اور ان پر انکاری ہوئے، چنانچہ سبیعہ رضی اللہ عنہا پیارے نبی ﷺ کے پاس پہونچیں، اور سارا واقعہ کہہ سنایا، جس پر آپ نے ارشاد فرمایا:

"كذب ابو السنابل، أو ليس كما قال ابو السنابل، قد حللت فتزوجي". (مسلم:۱۴۸۵) "ابو السنابل کی بات صحیح نہیں، تم حلال ہو چکی ہو، نکاح کرنے کی اجازت ہے"

نبی کریم ﷺ کے بعد صحابہ کرام آپ کی سنت مطہرہ مبارکہ کی طرف پلٹنا اور رجوع کرنا اختلاف کے خاتمہ کا ذریعہ خیال کرتے تھے۔

ملاحظہ فرمائیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما عورتوں کے ساتھ متعہ جائز سمجھتے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو کہنے لگے:

"مهلا يا ابن عباس فان رسول الله ﷺ نهى عنها يوم خيبر". (بخاری:۶۹۶۱،مسلم:۱۴۰۷) "اے ابن عباس رک جاؤ کیونکہ پیارے رسول ﷺ نے اس سے خیبر کے روز منع فرمایا ہے۔"

غسل کس طرح کی مجامعت سے واجب ہوتا ہے صحابہ کے درمیان اس مسئلہ کو لے کر اختلاف ہوا: کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ اچھل کود کر نکلنے والے پانی سے غسل واجب ہوجاتا ہے، جب کہ دوسرے لوگوں کا خیال تھا: کہ دونوں شرمگاہوں کے ملاپ سے ہی غسل واجب ہوجاتا ہے، مسئلہ کی تحقیق کے لئے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے چنانچہ انہوں نے بتایا کہ پیارے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: "إِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعَبِهَا الأَرْبَعِ، وَمَسَّ الْخِتَانُ الْخِتَانَ، فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ". (مسلم:۳۴۹) "جب عورت کے چاروں شاخ پر بیٹھ جائے اور ختنہ ختنے سے مل جائے تو غسل واجب ہوجاتا ہے"۔

نبی کریم ﷺ کی وفات کے موقعہ پر چند اہم مسائل کو لے کر صحابہ کے مابین شدید اختلاف ہوا، جیسے: آپ کے حادثۂ انتقال و وفات کا مسئلہ، آپ کے بعد خلیفۃ المسلمین کے تعیین کا مسئلہ، آپ کو غسل دینے کے طریقے اور لحد یا شق میں دفن کا مسئلہ، نیز یہ کہ کس جگہ آپ کو دفن کیا جائے؟ ان تمام مسائل کا حل نصوص آیات و احادیث ہی سے ہوا، چنانچہ آپ کی وفات سے متعلق جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آل عمران کی مشہور آیت کریمہ: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ﴾ [آل عمران: ۱۴۴] پڑھ کر سنایا اور یہ خبر دی کہ پیارے رسول ﷺ وفات پا چکے ہیں تب جا کر لوگوں کو یقین آیا۔ (صحیح بخاری:۱۲۴۱)

اسی طرح باقی امور بھی نصوص سننے کے بعد طے ہو گئے، اور کسی بھی طرح کا دنگا اور فساد نہیں ہوا، اور تمام تر اختلافات اٹھتے اٹھتے دب گئے۔

آداب اختلاف:

دو یا چند لوگوں کے مابین اختلاف کا پایا جانا نقصان دہ نہیں، بغض و عناد کا سبب بن جائے تو یہ خطرناک مرض بن کر ابھرتا ہے اور ہلاکت و بربادی کے وصف بلاخیز کے ساتھ آدھمکتا ہے، اور امت مسلمہ کو پارہ پارہ کر دیتا ہے، ایسے میں کتنا مبارک اور نفع بخش ہے وہ قدم جو دو اختلاف کرنے والوں کے درمیان صلح وآشتی، پیار و محبت، رحمت و مودت، لین اور رفق کے دیئے جلاتے ہوئے امت مسلمہ کے بکھرے ہوئے شیرازوں کو مضبوطی کے ساتھ جوڑنے میں کامیاب ہو سکے، ذیل میں نہایت ہی اختصار کے ساتھ کچھ رہنما اصول اور آداب پیش خدمت ہیں جن کا اہتمام اختلاف کے دائرہ کو کم یا ختم کرنے میں باذن اللہ معاون ثابت ہوگا:

(۱) اس بات کی کوشش کہ لوگوں کو آپس میں ممکنہ حد تک اختلاف سے بچایا جائے کیونکہ اختلاف شر کا پیش خیمہ ہوا کرتا ہے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ جان لینے کے باوجود کہ منی میں نبی کریم ﷺ کا معمول قصر نماز ادا کرنی تھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جو وقت کے خلیفہ تھے اور قصر کے بجائے اتمام کئے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کی مخالفت یہ کہتے ہوئے

نہیں کی: ''الخلاف شر''۔(ابوداود: ۱۹۴۴)

(۲) اختلاف کی خبر ملنے کے ساتھ تحقیق خبر کی کوشش بہت سی افواہوں کو جو بعد میں بڑے اختلاف کی شکل اختیار کرلیا کرتی ہیں انہیں مہد ہی میں دفن کردیتی ہے، فرمان باری ہے: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن جَآءَكُمۡ فَاسِقُۢ بِنَبَإٖ فَتَبَيَّنُوٓاْ﴾ [الحجرات:٦] فاسق شخص کی طرف سے آئی ہوئی خبر کی تصدیق اور تحقیق کرلیا کرو، بلکہ بسا اوقات قابل اعتماد اشخاص کی طرف سے آئی ہوئی خبریں بھی بہت سی غلط فہمیوں کا نتیجہ ہوا کرتی ہیں، اس لئے فاصلے مختصر کرتے ہوئے تمام وسائط سے بالاتر ہوکر دونوں اشخاص بالمشافہہ معاملہ کریں تاکہ غلط فہمیوں کو دراڈ ڈالنے کے لئے راہ نہ مل سکے، بلکہ ایک قدم آگے بڑھ کر مندرجہ ذیل ادب کی رعایت کریں:

(۳) مخالف کے ساتھ جس قدر ممکن ہو حسن ظن کا معاملہ کیا جائے، کیونکہ ظن سوء گناہ اور اختلاف کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے: ﴿إِنَّ بَعۡضَ ٱلظَّنِّ إِثۡمٞ﴾ [الحجرات:۱۲] بعض گمان گناہ ہوتے ہیں، اسی لئے پیارے رسول ﷺ نے اس سے منع فرمایا: **''اياكم والظن فان الظن اكذب الحديث''.** (بخاری: ۵۱۴۳) ''بے جا گمان سے بچو، کیونکہ یہ بدترین جھوٹ ہے''۔ دو احتمالات اور پہلوؤں میں سے اچھے احتمال اور پہلو پر اس کی بات اور عمل کو محمول کریں۔

''لا تظن بكلمة خرجت من اخيك المؤمن شرا وانت تجد لها فى الخير محملا''. (قالہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، الدر المنثور: ۷/ ۲۲) ''کسی مؤمن شخص کی زبان سے نکلے ہوئے کلمہ کے تعلق سے خیر کا کوئی بھی پہلو نکلتا ہو تو اسی پر محمول کرو اور شر پر محمول کرنے سے بچو''۔ ہاں اگر دلائل شر کی طرف لے جارہے ہیں تو پھر کوئی حرج نہیں۔

(۴) اختلافی امور میں مودت ومحبت، نرمی اور احترام کے ساتھ اہل علم کا آپس میں مذاکرہ، مناصحہ نیز مناظرہ بالتی ہی احسن، کے لئے خوش گوار ماحول فراہم کرنا، تاکہ کشادہ پیشانی اور رواداری کے ماحول میں اخوت و بھائی چارگی برقرار رکھتے ہوئے حق تک پہونچنے کی مل جل کر کوشش کریں، ایسا کرنے سے بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ بھی ہوجاتا ہے، صحابۂ کرام نیز ان کے بعد یہ پیارا سلسلہ جاری وساری رہا جس کے بہتر اور اچھے اثرات مرتب ہوئے۔ (دیکھئے: مجموع الفتاوی: ۳/ ۴۱۹-۴۲۱)

فرمان باری ہے: ﴿ٱذۡهَبَآ إِلَىٰ فِرۡعَوۡنَ إِنَّهُۥ طَغَىٰ ۝٤٣ فَقُولَا لَهُۥ قَوۡلٗا لَّيِّنٗا لَّعَلَّهُۥ يَتَذَكَّرُ أَوۡ يَخۡشَىٰ﴾ [طہ: ۴۳-۴۴] ''تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ کیونکہ وہ سرکش ہوگیا ہے اس سے نرم انداز میں گفتگو کرو تاکہ وہ نصیحت سے فائدہ اٹھا سکے یا اللہ کا ڈر اس کے اندر پیدا ہوسکے۔

پیارے نبی ﷺ نے فرمایا: **''ان الله عزوجل رفيق يحب الرفق ويعطى على الرفق ما لا يعطى على العنف وما لا يعطى على ما سواه''.** (مسلم: ۳۵۹۳) ''اللہ رب العالمین نرم ہے نرمی پسند کرتا ہے، اور نرمی پر جو دیتا ہے سختی پر نہیں دیتا، نہ ہی کسی اور چیز پر دیتا ہے۔''

یونس صدفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ما رايت اعقل من الشافعي، فلقد ناظرني

يوما في مسألة ثم افترقنا ولقيني ، فأخذ بيدي ، ثم قال : يا ابا موسى! الا يستقيم أن نكون اخوانا وان لم نتفق في مسألة" (سیر اعلام النبلاء: ۱۰/۱۶) میں نے شافعی سے زیادہ عقل مند انسان نہیں دیکھا، ایک بار میرے ساتھ ان کا مناظرہ ہوا، اس کے بعد میری ان سے ملاقات ہوئی تو وہ میرا ہاتھ پکڑ کر کہتے ہیں: اے ابوموسی! کیا یہ درست فیصلہ نہیں کہ ہم دونوں کے درمیان اخوت اور بھائی چارگی کا رشتہ برقرار رہے گرچہ ایک مسئلہ میں متفق نہیں ہو سکے!!

ان کا مقصود تھا کہ اجتہادی امور جن میں دلائل مخفی ہوتے ہیں ان میں رواداری کا ثبوت دیں، نہ یہ کہ جن مسائل میں دلائل صریحہ ثابتہ موجود ہوں پھر بھی مخالفت کرنے والے پر انکار سے خاموشی اپنا ئیں، فرمان باری ہے: ﴿وَتَعَاوَنُواْ عَلَى ٱلْبِرِّ وَٱلتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُواْ عَلَى ٱلْإِثْمِ وَٱلْعُدْوَٰنِ﴾ [المائدہ: ۲] "نیکی اور تقوی کے کام میں تعاون کریں نہ کہ گناہ اور ظلم وزیادتی میں بھی دست تعاون دراز کریں"۔

(۵) فریق مخالف کے تئیں اس امر کا توقع رکھنا نہ ہی مطالبہ کرنا کہ ہماری رائے ہی قابل ترجیح وعمل ہے اور وہ اپنی عقل وفہم کو ترک کرتے ہوئے آنکھ بند کر کے ہمارے پیچھے پیچھے چلیں، خواہ علم وفقہ میں کتنا ہی اونچا مرتبہ ہی کیوں نہ ہو۔

امام مالک رحمہ اللہ کی مشہور زمانہ کتاب موطا کو بحیثیت قانونِ حکومت کے تمام مملکت میں نافذ کر دینے کا عزم ہارون رشید کی طرف سے کرنا، اور امام مالک رحمہ اللہ کا اس ارادہ کو ترک کر کے لوگوں کو اجتہادی امور میں آزادئ رائے پر باقی رکھنے پر اصرار کرنا اسی ضابطہ سے تعلق رکھتا ہے۔

(۶) فریق مخالف کی غلطیوں کو تلاش کرنے کی کوشش نہ کرنا، کیونکہ شریعتِ اسلامیہ نے کسی کے ٹوہ میں پڑنے، اور جاسوسی کرنے سے منع قرار دیا ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "**كان النبي صلى الله عليه وسلم يكره أن يأتى الرجل اهله طروقا**" (البخاری: ۵۲۴۳، **وبوب عليه بقوله: باب لا يطرق أهله ليلا اذا اطال الغيبة مخافة أن يخونهم أو يلتمس عثراتهم**) "نبی صلی اللہ علیہ وسلم ناپسند فرماتے تھے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس سفر سے لوٹتے ہوئے رات میں آئے، امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم کرتے ہوئے اس کی علت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس عمل سے وہ اپنی بیوی کی خیانت یا غلطیاں تلاش کرنا چاہ رہا ہو"۔

(۷) مختلف فیہ مسئلہ کے حل کے طور پر فریقین پہلی فرصت میں کتاب وسنت کی طرف رجوع کریں، رب رحیم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے: فرمایا رب کریم نے: ﴿فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ﴾ [النساء: ۵۹] یعنی اگر ایمان والے ہو تو اپنے تمام متنازع امور کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہی لوٹاؤ۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرباض بن ساریہ والی روایت میں امت مسلمہ میں کثرت اختلاف کے واقع ہونے کا تذکرہ فرماتے ہوئے اپنی سنت مطہرہ وصحابہ کے فہم پر مضبوطی کے ساتھ اختیار کرنے کا حکم صادر فرمایا، جیسا کہ سابقہ سطور میں گزرا۔

(۸) حسن قصد کے ساتھ بلند ہدف اور مقصد کو پالینے کی غرض سے اختلافی امور میں شرکت کی جائے، خواہشاتِ نفس کا

کوئی حصہ اس میں باقی نہ رکھا جائے ، اللہ رب العالمین نے فرمایا:﴿وَيُرِيدُ ٱللَّهُ أَن يُحِقَّ ٱلْحَقَّ بِكَلِمَٰتِهِۦ وَيَقْطَعَ دَابِرَ ٱلْكَٰفِرِينَ ۝٧ لِيُحِقَّ ٱلْحَقَّ وَيُبْطِلَ ٱلْبَٰطِلَ وَلَوْ كَرِهَ ٱلْمُجْرِمُونَ﴾[الانفال:۷-۸] ''اللہ رب العالمین نے مسلمانوں کو بے سروسامانی کی حالت میں کفار کے مقابلہ میں کھڑا کیا کیونکہ اللہ اپنے کلمہ کے ساتھ حق کو ثابت کرنا اور کفار کو نیست ونابود کرنا چاہتا تھا، تاکہ حق غالب اور باطل ختم ہوجائے خواہ یہ مجرموں کو ناپسند ہی کیوں نہ لگے''۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ما ناظرت احدا الا تمنيت ان يجرى الله الحق على لسانه".

جب میں کسی شخص سے مناظرہ کرتا تو تمنا کرتا کہ اللہ رب العالمین حق اس کی زبان پر جاری کردے۔

(۹) اچھے اسلوب اور پیارے انداز میں حسن اخلاق کے ساتھ گفتگو اور بات چیت کریں، اللہ رب العالمین کا فرمان ہے: ﴿وَقُولُوا۟ لِلنَّاسِ حُسْنًا﴾[البقرۃ:۸۳] لوگوں سے اچھے انداز میں بات کرو، گفتگو کرتے ہوئے جدال کی نوبت آجائے تو حسن کلام کا خیال برقرار رہے : ﴿وَجَٰدِلْهُم بِٱلَّتِى هِىَ أَحْسَنُ﴾[النحل:۱۲۵] ان سے اچھے سے اچھے انداز میں بات کرو۔

فریق ثانی دوست ہو یا دشمن انداز گفتگو اچھوتا اور پیارا ہو، لوگوں کے درجات اور مراتب کا خیال ہو، استہزائیت اور تحقیر پر مشتمل دکھ پہونچانے والے جملے نہ استعمال کئے جائیں، کیونکہ یہ اوروں کا انداز کلام ہے:

"قال رجل في غزوة تبوك: ما راينا مثل قرائنا هؤلاء ، ارغب بطونا، ولا اكذب السنا ولا اجبن عند اللقاء، فقال له عوف بن مالك: كذبت ولكنك منافق، لأخبرن رسول الله صلى الله عليه وسلم ". (صحیح اسباب النزول للوادعی:۱۲۲)

اپنے ان علماء جیسے کسی اور کو نہیں دیکھا جو کھانے میں تیز، زبان کے جھوٹے ، اور لڑائی کے میدان میں بزدل ہیں، یہ دراصل منافقین تھے جو صحابۂ کرام کے تعلق سے جلی کٹی بول رہے تھے۔مؤمن اس طرح کے اوصاف بد سے بہت بالاتر ہے۔

(۱۰) جدال اور بے مطلب کی کٹھ حجتی سے اجتناب کریں، پیارے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:**"انا زعيم ببيت في ربض الجنة لمن ترك المراء وان كان محقا".** (ابوداود:۴۸۰۰) ''میں جنت کی کیاری میں ایک گھر کی ضمانت اس شخص کو دیتا ہوں جو حق پر ہونے کے باوجود لڑائی جھگڑا ترک کردے۔''

امام مالک رحمہ اللہ سے کہا گیا:**"الرجل عالم بالسنة يجادل عليها؟ قال : لا اخبر بالسنة فان قبل منك فذاك، والا فلا تخاصم عليها".**

''سنت کا جاننے والا شخص اس پر جدال کرسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں ،صرف سنت کی خبر دے، اگر مان لیا جائے تو ٹھیک ہے ورنہ اس پر لڑائی جھگڑا نہ کرے''۔

(۱۱) علمائے اہل سنت کے مابین کسی مسئلہ کو لے کر اگر

اختلاف ہوجائے،جس میں خواہشات نفسانی سے پورے طور پر تجرداختیار کیا گیا ہو نیز للّٰہیت، طلب حق ، دلیل اور حق تک پہونچنے کے لئے تمام ممکنہ سعی بھی کی گئی ہوتو وہ شخص معذور ہے، نہ تو اس کا مؤاخذہ ہوگا نہ ہی گنہگار، کیونکہ انہوں نے اجتہاد کیا، البتہ بلاقصد وارادہ فعل حرام اور سنت کی مخالفت میں واقع ہوگئے، ان کی محبت اور ان سے دوستی ان کے اندر موجود ایمان کے بقدر کی جائے گی۔

علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اني لأرجو الله ان يجعلني واياك ممن قال فيهم: (ونزعنا ما في صدورهم من غل اخوانا على سرر متقابلين". (دیکھئے: السیر:۳/۱۸۷) "مجھے اللہ کی ذات سے قوی امید ہے کہ مجھے اور آپ کو ان خوش نصیب لوگوں میں سے بنائے جن کے بارے میں فرمایا: ہم ان کے سینوں سے تمام طرح کے کینہ کپٹ نکال لیں گے، اور وہ آمنے سامنے گاؤ تکئے لگائے اسلامی بھائی بند بن کر رہیں گے۔"

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

"لم يعبر المجسر الى خراسان مثل اسحاق، وان كان يخالفنا في اشياء، فان الناس لم يزل يخالف بعضهم بعضا". (السیر:۱۱/۳۷۱)

امام ذہبی رحمہ اللہ امام تابعین قتادۃ بن دعامۃ السدوی البصری کے بارے میں کہتے ہیں:

"كان يرى القدر نسأل الله العفو، ولعل الله يعذر امثاله ممن تلبس ببدعة يريد بها تعظيم الباری وتنزيهه، وبذل وسعه، اذا كثر صوابه، وعلم تحريه للحق، واتسع علمه وظهر ذكاؤه، وعرف صلاحه وورعه، واتباعه، يغفر له زلله، ولا نضلله ، ونطرحه، وننسى محاسنه نعم ولا نقتدي به في بدعته وخطته، ونرجو له التوبة من ذلك". (السیر:۱۱/۳۷۱) "انکار تقدیر کی رائے پر تھے، اللہ معاف فرمائے ، امید کہ اللہ ان جیسے تمام اہل علم کو معاف فرمائے گا جو کسی بدعت میں ملوث پائے گئے جس سے ان کا مقصد اللہ رب العزت کی تعظیم بجالانا، اس کی پاکی بیان کرنا ہو نیز وسعت بھر حق پالینے کی کوشش میں کوئی کمی نہ کی ہو، علم میں کشادگی ہو، ذہن اخاذ ہو، ورع وصلاح اور اتباع رسول کا جذبہ صادق موجزن ہو، جو اس طرح کے اوصاف سے متصف ہوں امید کی جاتی ہے کہ اللہ رب العالمین ایسوں کی بھول چوک معاف فرمادے گا، البتہ ہم تضلیل کریں گے نہ ہی انہیں یا ان کے محاسن کو پس پشت ڈال سکیں گے، ہاں مگر ان کی غلطیوں اور بدعتوں میں ہم ان کی اقتداء نہیں کریں گے بلکہ ان غلطیوں سے توبہ کی امید رکھیں گے۔"

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ولو انا كلما اخطأ امام فی اجتهاده في آحاد المسائل خطأ مغفورا له قمنا عليه، وبدعناه، وهجرناه لما سلم معنا لا ابن نصر، ولا ابن مندة، ولا من هو أكبر منهما، والله هو هادی الخلق إلى الحق وهو ارحم الراحمين، فنعوذ

بالله من الهوى والفظاظة“.(السیر:۱۴/۴۰)

”اگر ہم ائمہ کی اجتہادی بعض مسائل میں غلطیوں کی بنا پر تبدیع اور ہجر ومفارقت کرتے ہوئے ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے تو پھر ہمارے اس طیش سے ابن نصر، اور ابن مندہ محفوظ رہیں گے نہ ہی ان سے بڑے ائمہ، اللہ ہی حق کی راہ دکھانے والا بندوں پر مہربان ہے، اللہ ہم سب کو ہر طرح کی خواہشات نفس اور قسوت قلب سے بچائے۔(آمین)“

وقال ایضا: ”(مازال العلماء يختلفون، ويتكلم العالم فى العالم باجتهاده، وكل منهم معذور مأجور، ومن عاند او خرق الاجماع فهو مأزور والى الله ترجع الأمور“.(السیر:۱۹/۳۲۲)

”علماء کا آپس میں ہمیشہ اختلاف ہوتا رہا ہے، اور اجتہادی طور پر ایک دوسرے کے بارے میں وہ کلام بھی کرتے رہے ہیں، جس میں وہ معذور ہیں اور ایک اجر کے مستحق ہیں، البتہ سرکشی کرنے والا، اجماع امت کو توڑنے والا گنہگار ہے، سارے معاملات اللہ ہی کی طرف پلٹنے والے ہیں“۔

”كلام الأقران يطوى ولا يروى“.(قالہ الذہبی فی السیر:۵/۲۷۵)

ہم پلہ ہم عمر اہل علم کا اپنے جیسے عالم پر کئے گئے کلام کو لپیٹ دیا جائے نہ کہ اسے بیان کیا جائے۔

ابن عبدالبر نے (جامع بیان العلم وفضلہ:۲/۱۱۱۷) اس ضابطہ کے حدود کی وضاحت ذیل کے الفاظ میں کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”فمن اراد ان يقبل قول العلماء الثقات الأئمة الأثبات في بعض، فليقبل قول من ذكرنا قوله من الصحابة رضوان الله عليهم بعضهم في بعض، فان فعل ذلك ضل ضلالا بعيدا وخسر خسرانا... إلى أن قال: فمن صحت عدالته، وعلمت بالعلم عنايته، وسلم من الكبائر، ولزم المروءة والتصاون، وكان خيره غالبا وشره اقل من عمله، فهذا لا يقبل فيه قول قائل لا برهان له به ، وهذا هو الحق الذي لا يصح غيره ان شاء الله“.

ثقہ اہل علم کے اقوال ایک دوسرے کے بارے میں قبول کر لینے کا مطلب ہے کہ اس کنڈیشن کے ہو بہو صحابہ کے اقوال ایک دوسرے کے خلاف قبول کئے جائیں، اگر ایسا کوئی کر بیٹھے تو وہ بہت دور کی گمراہی میں چلا گیا، اور واضح خسارہ سے دوچار ہوا۔

آگے فرماتے ہیں: جس راوی کی عدالت ثابت ہو جائے، نیز وہ علم کا اہتمام کرنے کے ساتھ کبائر سے محفوظ، عزت وشرافت کے اوصاف سے متصف ہو، جس کا خیر شر پر غالب ہو، ایسے رواۃ کے خلاف بلا واضح دلیل کسی کا کلام یا جرح قابل قبول نہیں ہوگا۔

وقال الذہبی: ”السنا ندعى فى ائمة الجرح والتعديل العصمة من الغلط النادر، ولا من الكلام بنفس حاد فيمن بينهم وبينه شحناء واحنة، وقد علم أن كثيرا من كلام الأقران بعضهم في بعض مهدر، ولا عبرة به ولا سيما اذا

وثق الرجل جماعة يلوح على قولهم الانصاف".
(السیر: ۷/ ۴۰) "ہم ائمہ جرح وتعدیل کے تعلق سے نادر غلطیوں سے عصمت کے دعویدار نہیں ہیں، نہ ہی جرح شدید ان رواۃ کے تعلق سے قبول کرنے والے ہیں جن دونوں کے درمیان آپسی چشمک اور اختلاف پایا جاتا ہو، جب کہ یہ حقیقت ہے کہ ہم عصر اہل علم کا آپس میں ایک دوسرے کے خلاف کسی بھی حال میں قابل قبول نہیں، خاص طور سے اگر اس راوی کی توثیق ان قابل اعتبار لوگوں نے کی ہو جن کی باتوں میں انصاف کی لہر دوڑ رہی ہو"۔

وقال الشيخ خالد السبت:

"ذلك ان كل واحد من هؤلاء العلماء قد استفرغ وسعه في طلب الحق فقام بما أوجب الله عليه في ذلك فهو معذور من هذه الجهة وان كان سخطها مع ان الحق في نفس الأمر واحد، ويستوى في ذلك مسائل العقيدة، ومسائل الشريعة، وسواء كانت المسألة اجتهادية: كأن لم يرد فيها دليل اصلا، او ورد دليل خفي مأخذه، أو تقابلت فيها الأدلة، أو كانت من المسائل الخلافية التي يعذر العالم فيها لكون الدليل لم يبلغة أو لم يصح عنده أو كان الدليل محتملا للقولين، أو غير ذلك من أسباب الخلاف المعتبرة انظر: فقه الرد على المخالف ص ٢٩ ".

"فعل اختلاف کی مذمت ثابت ہے پر ضروری نہیں کہ ہر اختلاف کرنے والے کی بھی مذمت ہو کیونکہ بعض مسائل میں بعض اہل علم حق کے اوراک کے راستے میں اپنی تمام تر کوششوں کو صرف کر دیتے ہیں، یعنی کہ اس نے اس واجب کو ادا کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی جو اس کے بس میں تھا، اس اعتبار سے غلطی کر جانے کے باوجود وہ معذور ہے، اس اعتراف کے ساتھ کہ حق فی نفسہ دو نہیں صرف ایک ہی ہے، خطا اور غلطی خواہ عقائد کے باب میں ہوئی ہو یا احکام ومسائل کے باب میں، غلطی کا تعلق ان اجتہادی مسائل سے ہو جن میں سرے سے دلیل ہی نہ ہو، یا ہو مگر پیچیدہ، یا دلائل متعارض ہوں، یا ان غلطیوں کا تعلق ان خلافی مسائل سے ہوں جن میں دلیل نہ ملنے کی وجہ سے عالم معذور ہوتا ہے، یا دلیل تو ہے پر اس کے نزدیک صحیح نہیں ہے، یا دلیل محتمل ہے صریح نہیں، وغیرہ۔"

الغرض اختلاف کے باب میں ہمیں چاہئے کہ کشادہ پیشانی کا ثبوت دیتے ہوئے آگے بڑھیں اور رحمت ومودت، اچھے اخلاق وکردار حق کی اتباع، بڑوں کی عزت وتوقیر، عفو ودرگزر جیسے اوصاف کریمانہ سے متصف ہوتے ہوئے حق وصداقت کو پا لینے کے جذبہ سے سرشار ہو کر اپنے اور غیروں کے درمیان پیدا شدہ فاصلوں کو اجر وثواب کے مضبوط فصیلوں سے کم کرنے کی سعی پیہم کریں، نیز جذبۂ اتحاد ویگانگت کو قوت فراہم کریں تاکہ عزت وسرخروئی، کامیابی وکامرانی کے ساتھ ساتھ سعادت دارین سے شادکام ہوں۔

منبر ومحراب

اعتدال ووسطیت کی نشرواشاعت میں خطباء کا کردار

● دکتور جاوید ندیم مدنی (ممبئی)

اعتدال اور وسطیت کی نشر واشاعت میں خطباء کا کردار انتہائی اہم ہے؛ کیونکہ ان کا تعلق منبر ومحراب جیسی اہم اور حساس جگہوں سے جڑا ہوتا ہے۔ مندرجہ ذیل سطروں میں اعتدال اور وسطیت کی نشر واشاعت میں خطباء کے مطلوبہ کردار کو مختصراً بیان کیا جارہا ہے:

دعوت دین میں خطابت کی اہمیت:

اسلام میں خطابت کو بڑا اہم مقام حاصل ہے۔ یہ دعوت دین کے اہم وسائل میں سے ہے۔ خطابت انبیاء کرام کی دعوت وتبلیغ کا سب سے اہم ذریعہ تھا۔ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"والأنبياء دعوا الجمهور بطريقة الخطابة".

(مفتاح دار السعادۃ، ابن القیم: 1/145) انبیاء نے تقریر کے ذریعہ عوام کو دین کی دعوت دی۔

دعوت دین میں مسجد کی اہمیت:

مسجد نہ صرف عبادت گاہ ہوتی ہے؛ بلکہ وہ مسلمانوں کی تعلیم وتربیت، آپسی اتحاد واتفاق، محبت، تعارف وتعاون؛ غرض کہ دینی، سماجی، معاشی مسائل کے حل کا ایک جامع ادارہ ہوتی ہے۔ عہد نبوی میں مسجد نبوی ہی درسگاہ تھی، وہی مرکز قیادت اور مجلس شوریٰ تھی، وہی دینی، دعوتی اور تربیتی مرکز تھی۔

جب مسجد کا مقام ومرتبہ سامنے آئے گا تو مسجد کی مناسبت سے امام اور خطیب کا تعارف بھی سامنے آئے گا۔ مسجد کے عظیم پیغام اور معاشرے میں اس کے اہم کردار کی بنا پر نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث امام وخطیب کے پیش نظر ہونی چاہئے:

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال النبي ﷺ: "الإِمَامُ ضَامِنٌ، وَالمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ، اللَّهُمَّ أَرْشِدِ الأَئِمَّةَ، وَاغْفِرْ لِلْمُؤَذِّنِينَ" (سنن ترمذی، حدیث نمبر: 207، شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے، دیکھیں: صحیح الجامع، حدیث نمبر: 2787)

ترجمہ: امام ضامن ہے۔ مؤذن مؤتمن ہے۔ اے اللہ ائمہ کو ہدایت نصیب فرما۔ اور مؤذنین کی مغفرت فرما۔

دعوت دین میں خطبہ جمعہ کی اہمیت:

خطابت دعوت دین کا اہم وسیلہ ہے۔ اس کی اہمیت اس وقت مزید دوچند ہوجاتی ہے جب اس کا تعلق جمعہ کی نماز سے ہوجاتا ہے۔ خطبہ جمعہ کی خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

خطبہ جمعہ مسجد میں ہوتا ہے؛ جہاں ذکر الٰہی، سکینت ورحمت کے نزول اور فرشتوں کے وجود سے ماحول روحانی ہوتا ہے۔

خطبہ جمعہ میں ہر مسلمان کا حاضر ہونا واجب ہے؛ یعنی مدعو کو دین سیکھنے اور عبادت ادا کرنے کے لئے جمعہ کے دن مسجد میں حاضر ہونا ضروری ہے۔ اس میں امیر وغریب، پڑھے لکھے اور کم تعلیم یافتہ، بزرگ، بڑے، چھوٹے سب حاضر ہوتے ہیں۔

خطبہ جمعہ مستمر ہوتا ہے؛ یعنی ہر ہفتہ ہوتا ہے۔ سال بھر میں مسلمان تقریبا (52) خطبے سنتا ہے۔ اگر خطیب اس کا بہترین استعمال کرے تو مسلمانوں کی دینی، سماجی اور معاشی زندگی یا ذہن وفکر میں مثبت تبدیلی آسکتی ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھیں: خطبة الجمعة وأثرها في تربية الأمة، د.عبدالغني أحمد جبر مزہر، ص166)

وسطیت اور اعتدال کا صحیح مفہوم:

اسلام ایک معتدل دین ہے۔ اس کی تعلیمات میں غلو، تشدد، سختی، خشکی، افراط وتفریط کا شائبہ تک نہیں۔ اس توازن واعتدال کو شرعی اصطلاح میں (وَسَط) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

مشہور ماہر لغت ابن فارس (م395ھ) وسط کا لغوی مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الواو والسين والطاء يدل على العدل، والنصف وأعدل الشيء أوسطه ووسط". (معجم مقاييس اللغة، ابن فارس، کتاب الواو، باب: الواو والسين ،6/108)

''واو، سین، طاء: عدل وانصاف کا مفہوم دیتا ہے۔ سب سے متوازن چیز وہ ہے جو سب سے زیادہ عدل اور میانہ روی پر قائم ہو۔''

مشہور ماہر لغت الجوہری اور ابن منظور (وَسَط) کا لغوی مفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَسْط سین پر جزم کے ساتھ 'درمیانی جگہ' کا مفہوم دیتا ہے، جبکہ وَسَط سین پر فتحہ کے ساتھ: 'بہترین، افضل، عدل پر قائم، دو انتہاؤں کے درمیان' کا مفہوم دیتا ہے۔ (الصحاح، الجوہری، 3/1167، لسان العرب، ابن منظور، 7/430)

قرآن کریم میں وسط، وسطیٰ، اور اوسط کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَٰكُمْ أُمَّةً وَسَطًا﴾ [البقرة: ۱۴۳]

''اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین یا عدل پر قائم اُمت بنایا۔''

اس آیت کی تفسیر میں امام طبری رحمہ اللہ متعدد صحابہ کرام کے اقوال کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"الْوَسَطَ الْعَدْلُ، وَذَلِكَ مَعْنَى الخِيَارِ؛ لِأَنَّ الْخِيَارَ مِنَ النَّاسِ عُدُولُهُمْ". (تفسیر الطبری: 3/142)

ترجمہ: وسط یہ عدل ہے، اور یہی خیار کا معنی ہے۔ کیونکہ لوگوں میں سب سے بہترین وہ ہیں جو عادل ہوں۔

وسطیت اسلام کی نمایاں ترین خصوصیات میں سے ایک ہے۔ یہ کوئی نئی اصطلاح نہیں؛ بلکہ قرآن مجید کے زمانہ نزول ہی سے موجود ہے؛ لیکن موجودہ زمانہ میں یہ ایک مظلوم اور مشق ستم اصطلاح بن کر سامنے آئی ہے۔

دراصل اسلام اور مسلمانوں کے خلاف فکری یلغار کے مراکز نے حرب المصطلحات کے تحت دین کے مسلمہ اصول ومصطلحات کے خلاف باقاعدہ جنگ چھیڑ رکھی ہے۔ انہوں نے متعدد اسلامی مصطلحات کے ثابت شدہ معانی ومفاہیم بدل کر اپنی آئیڈیالوجی کے مطابق ان کے نئے مفاہیم بیان کئے ہیں۔ مثال کے طور پر: ربا کو فوائد، خمر کو روحانی مشروب، رقص وغنا کو فن، ٹیلنٹ اور کلچر کا نام دینا، سنت رسول پر عمل کرتے ہوئے لمبی داڑھی یا

پائجامہ کو ٹخنے سے اوپر رکھنے کو تشدد، چہرے کے پردہ یا نقاب کو تخلف کہنا وغیرہ اسی کی بعض مثالیں ہیں۔ یہ موجودہ وقت کے بڑے فتنوں میں سے ایک ہے۔

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف فکری یلغار کے مراکز ایک نئے اعتدال پسند اسلام کی تشکیل چاہتے ہیں۔ ایسا اسلام جو مغربی تہذیب ومفادات اور ان کے سیکولر، لبرل آئیڈیالوجی سے ہم آہنگ ہو، وسطیت اور اعتدال کے نام پر ان کی بے حیا اور مادہ پرست تہذیب سے موافقت رکھتا ہو۔ (تفصیل کے لئے دیکھیں امریکی تنظیم (راند) کی انتہائی خطرناک رپورٹ، بعنوان: اعتدال پسند مسلم نیٹ ورکس کی تعمیر۔

Building Moderate Muslim Networks
https://:www.rand.org/content/dam/rand/pubs/monographs/2007/RAND_MG574.pdf

تاریخ زیارت: 2024/12/27)

افسوس کہ ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے اپنے آپ کو سیکولر، لبرل، روشن خیال اور ترقی پسند کہنے والے بعض نام نہاد مسلمان اسی مغربی آئیڈیالوجی کی ترویج واشاعت میں لگے ہوئے ہیں۔ قرآن کریم نے چودہ سو سال پہلے مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے باخبر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ دشمنوں کے جاسوس تمہارے درمیان موجود ہیں: ﴿وَفِيكُمْ سَمَّاعُونَ لَهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ﴾ [التوبہ: ۴۷]

اعتدال اور وسطیت کی نشر واشاعت میں خطباء کی ذمہ داریاں:

مذکورہ تمام امور کے پیش نظر اعتدال اور وسطیت کی نشر واشاعت میں خطیب کی ذمہ داریاں دوسروں سے زیادہ ہیں۔ مندرجہ ذیل سطروں میں بطور نمونہ بعض ذمہ داریوں کا ذکر کیا جارہا ہے۔

اول: قدوہ حسنہ

خطیب کو چاہئے کہ وہ اعتدال اور وسطیت کی نشر واشاعت میں عوام کے لئے اچھا نمونہ بنے۔ قدوہ حسنہ دوسروں پر اثر انداز ہونے کا سب سے مؤثر اور گہرا ذریعہ ہے۔ خطیب جب اسلام کی معتدل تعلیمات پر عمل کرکے اخلاق حسنہ کا نمونہ عوام کے سامنے پیش کرے گا تو مدعو اس کے طرز عمل سے متاثر ہوکر اس کی پیروی کریں گے۔ وہ سوچیں گے کہ اسلامی تعلیمات اور اخلاق حسنہ پر عمل ممکن ہے، اور یہ ناقابل عمل نہیں۔

قدوہ حسنہ بننے کے لئے خطیب کو چند امور کا خیال رکھنا ضروروی ہے:

۱) اس کے قول وعمل میں تضاد نہ ہو۔ خطیب اپنی کہی ہوئی بات پر خود عمل پیرا نہ ہو تو مدعو کی نظر میں خطیب اور خطبہ دونوں کی اہمیت کم ہوجاتی ہے۔

۲) خطیب بلاضرورت یا فضول اور لغو گفتگو نہ کرے۔ کرے بھی بہت سوچ سمجھ کر یا نپے تلے لفظوں میں؛ تاکہ اس کی خطابت اور شخصیت کا وقار برقرار رہے۔ اسے احساس ہو کہ اس کی ہر بات نامہ اعمال میں لکھی جارہی ہے۔

۳) خطیب کو داعیان بدعت سے میل جول اور تعلقات میں احتیاط برتنا چاہئے۔ بالخصوص وہ دعاۃ جو توحید کی نشر واشاعت اور اہل توحید کے مخالف ہوں؛ بدعات، تصوف، حکومتوں کے تختہ

پلٹنے اور اس کے خلاف مظاہرات کی پکار لگانے والے ہوں۔

ایسے داعیان بدعت کے ساتھ تعلقات یا ان کی تعریف کرنے یا ان سے کسی معاملہ پر سفارش طلب کرنے سے خطیب کو بچنا چاہیے۔ البتہ کسی دعوتی مصلحت یا ملی مفاد کی خاطر بقدر ضرورت ان سے تعلقات کی گنجائش ہوسکتی ہے بشرطیہ کہ ان کے خلاف سنت اعمال سے ناگواری کے اظہار اور انکار منکر کے ساتھ۔

دوم:

خطیب کو جمعہ کے خطبہ کے لیے اچھی طرح تیاری کرنی چاہیے اور کتاب وسنت کے نصوص، سلف صالحین کے اقوال اور مستند معلومات کی بنیاد پر گفتگو کرنی چاہیے، اس لیے کہ بغیر نصوص پڑھے خطبہ میں سنت کی رونق نہیں ہوتی۔ اور تیاری اور مستند معلومات کے بغیر کی جانے والی گفتگو ادھوری رہ جاتی ہے جس کے اثرات منفی ہوتے ہیں۔

سوم:

خطیب عقیدہ توحید کی نشر واشاعت پر خصوصی توجہ دے۔ دعوت توحید ہی وسطیت کی اساس ہے۔ یہی اسلامی وحدت کی بنیاد ہے۔ توحید درست نہیں ہوگی تو انسان خالق ومخلوق کے حقوق کے درمیان فرق نہیں کرسکتا۔ مخلوق کو خالق کے حقوق دینا ہی شرک وضلالت ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَلَمۡ يَلۡبِسُوٓاْ إِيمَٰنَهُم بِظُلۡمٍ أُوْلَٰٓئِكَ لَهُمُ ٱلۡأَمۡنُ وَهُم مُّهۡتَدُونَ﴾ [الانعام:۸۲]

ترجمہ: ”جو لوگ ایمان لائے پھر اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے آلودہ نہیں کیا۔ انہی کے لیے امن وسلامتی ہے اور یہی لوگ راہ راست پر ہیں“۔

قابل غور ہے کہ اس آیت میں توحید کو امن وہدایت کا سبب بتایا گیا ہے۔ اسی طرح شرک کو ظلم وضلالت کی بنیادی وجہ بتایا گیا ہے؛ کیونکہ شرک افراط وتفریط سے مرکب ہوتا ہے جو وسطیت کی بنیادی اساس کے خلاف ہے۔

چہارم:

خطیب پر لازم ہے کہ عوام کو سنت رسول پر مضبوطی سے عمل کرنے کی ترغیب دے۔ عوام کو بتائے کہ سنت پر عمل کئے بغیر وسطیت باقی نہیں رہتی، وہ افراط وتفریط ہوجاتی ہے۔

سلف صالحین اور اہل علم کے اقوال پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے یہاں کا وسطیت کا مفہوم ہی یہ تھا کہ سنت رسول پر مضبوطی سے عمل کیا جائے اور دین میں بدعات ایجاد کرنے سے بچا جائے۔ اس کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں بعض صحابہ کرام نے ازواج مطہرات سے نبی ﷺ کی عبادت سے متعلق دریافت فرمایا، پھر اپنے آپ پر بعض عبادتیں لازم کرلیں۔ نبی ﷺ صحابہ کرام کو اس پر تنبیہ فرماتے ہوئے فرمایا: ”فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي“. (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 5063)

ان لفظوں پر غور فرمائیں نبی ﷺ نے عبادات میں صحابہ کرام کے غلو اور مطلوبہ حد سے تجاوز کے مقابلے میں اپنی اعتدال اور وسطیت پر مبنی سنت کا ذکر کیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ سنت پر عمل کرنا ہی اصل وسطیت ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ سنت رسول ﷺ کی خلاف ورزی ہی

کے نتیجے میں امت راہ وسطیت پر باقی نہ رہ سکی، اورافراط وتفریط وجود میں آیا۔

پنجم:

خطیب کو چاہئے کہ اپنے خطبات میں صحابہ کرام کے مقام ومرتبہ کی وضاحت کرتے ہوئے بتائے کہ ان کے اقوال واعمال وسطیت کی رہنما لکیریں ہیں۔

خطیب کو چاہئے کہ اپنے خطبات میں صحابہ کرام کے فضائل، ان کے مقام ومرتبہ، اوران کے آثار کولازم پکڑنے کی رہنمائی کرے۔اور یہ کہ دین کوصحابہ کرام کے اقوال واعمال اورمنہج کے بغیرصحیح طریقے سے سمجھانہیں جاسکتا۔

اللہ تعالی ارشادفرماتے ہیں:

﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَٰكُمْ أُمَّةً وَسَطًا﴾[البقرة: ۱۴۳]''اوراسی طرح ہم نے تمہیں بہترین یاعدل پرقائم اُمت بنایا۔''

اس آیت کے سب سے پہلے مخاطب صحابہ کرام ہی ہیں۔ متعدد اہل علم نے اس آیت سے صحابہ کرام کے آثارومنہج کولازم پکڑنے ، ان کی اتباع اور اقتداء کرنے پر استدلال کیا ہے؛ کیونکہ اللہ نے انہیں ہی عدل اور بہترین کی صفت سے متصف فرمایاہے۔

وسطیت کی سب سے قریبی تعریف یہ ہے کہ سنت اورآثار سلف کی اتباع کی جائے۔اس کی وضاحت اس طرح ہوتی ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ایک باب کاعنوان قائم کیاہے:

بَابُ قَوْلِهِ تَعَالَى {وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا} وَمَا أَمَرَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِلُزُومِ الْجَمَاعَةِ وَهُمْ أَهْلُ الْعِلْمِ.

تاریخ شاہد ہے کہ حدیث رسول کوسلف صالحین کی ہدایات کی روشنی میں نہ سمجھنے کی بنا پر امت صراط مستقیم اورراہ اعتدال سے بھٹک گئی۔

ششم:

خطیب کو چاہئے کہ وہ سلفیت کاحقیقی اورصحیح مفہوم عوام کے سامنے پیش کرے۔عوام کو بتائے کہ سلفیت ہی وسطیت ہے۔

سلف کا لفظ بطور خاص صحابہ کرام ، تابعین عظام اور تبع تابعین رحمھم اللہ کے لئے بولا جاتا ہے جن کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطورِخاص 'اُمّت میں سے بہترین' ہونے کی خوش خبری دی ہے۔

'سلفیت یا سلفی منہج' ان عقائد اور اصول وضوابط کواختیار کرنے کا نام ہے جس پر اس اُمت کے نمایاں اسلافِ کرام کاربندرہے۔

ہفتم:

خطیب کو چاہئے کہ وہ اسلام کی وسطیت اور اعتدال کے خلاف پائے جانے مفاہیم کو درست کرے۔مثلاً: غلو، شدت، تکفیر، تفسیق ،وغیرہ۔

ہشتم:

خطیب کو چاہئے کہ وہ اسلام کی وسطیت اور اعتدال کے خلاف اصول وضوابط اپنانے والے فرقوں یا تنظیموں اور

جماعتوں سے عوام کو آگاہ کرے۔مثال کے طور پر خوارج ،شیعہ، صوفیہ،معتزلہ ، جہمیہ اور اشعریہ۔ یا موجودہ دور کی تنظیموں، مثلاً: الاخوان المسلمون اور تبلیغی جماعت، قادیانیت ، جماعت اسلامی وغیرہ۔

ان مختلف جماعتوں یا تنظیموں کی حقیقت دلائل وتاریخ اور امت پر رونما ہونے والے ان کے اثرات کی روشنی میں واضح کی جائے۔مثال کے طور عوام کو بتایا جائے کہ اخوان المسلمون اور جماعت اسلامی کا مقصد حکومت حاصل کرنا ہے۔ان کے نزدیک عقیدہ توحید اور سنت رسول کی دعوت سے زیادہ حکومت حاصل کرنا اہم ہے۔ان کے نزدیک دین حکومت واقتدار حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔حکومت وسیادت کے حصول کی خاطر وہ عقیدہ توحید سے بھی دست بردار ہوجاتے ہیں۔(تفصیل کے لئے دیکھیں: الاخوان المسلمون بین الابتداع الدینی والافلاس السیاسی.علی السید الوصیفی)

تبلیغی جماعت کا اصل مقصد یہ ہے کہ عوام کو فقہ حنفی اور تصوف کے چار سلسلوں نقشبندی، قادری، سہروردی اور چشتی پر باقی رکھا جائے۔اشعری اور ماتریدی عقائد کو تبلیغ کے ذریعہ عوام میں منتقل کیا جائے۔(حضرت جی مولانا انعام الحسن،ص 11۔مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت،ص 54۔تذکرۃ الرشید:2/ 97)

نہم:

خطیب کو چاہئے کہ وہ عوام کو دعوت توحید سے دور کرنے والے اہل بدعت کے دعاۃ سے تحذیر کا فریضہ انجام دے۔مثال کے طور پر: خمینی، سیستانی، مودودی، حسن البنا، سید قطب، اسرار احمد، جاوید غامدی، وغیرہ۔

اسی طرح دعوت کے نام پر منظر عام پر آنے والے غیر علماء اور ان کی منہجی وعقدی غلطیوں سے بھی امت کو آگاہ کریں۔ان کی کتابوں، تقریروں اور ویڈیوز دیکھنے سے منع کریں۔

دہم:

خطیب پر لازم ہے کہ امت کو تفرقہ اور انتشار سے بچانے اور دعوت توحید پر متحد کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے۔اس سلسلے میں چند باتوں کا خیال رکھے:

۱) خطیب خود ان تنظیموں یا جماعتوں سے وابستگی نہ رکھے۔

۲) عالم اسلام کے حاکموں کی سیاست سے متعلق منبر یا سوشل میڈیا پر تبصرہ سے بچے۔

۳) خطیب کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسلام دشمن طاقتوں کے فریب سے مسلمانوں کو آگاہ رکھے۔ اسلام دشمن طاقتیں دین کے مسلمہ اصول ومصطلحات کے نئے نئے مفاہیم بیان کرکے انہیں اپنے مقاصد اور آئیڈیالوجی کے لئے فروغ دینا چاہتی ہیں۔اس معاملہ میں آپ کو روشن خیال کہنے والے بعض مسلمان بھی انہی افکار کی نشر واشاعت کرتے ہیں۔خطیب کو چاہئے کہ ایسے نام نہاد مفکرین سے عوام کو باخبر رکھے۔

خلاصہ: اعتدال کی نشر واشاعت میں خطیب کی ذمہ داریاں نہایت اہم ہیں۔سب سے اہم یہ ہے کہ عقیدہ توحید اور سنت رسول کی نشر واشاعت پر توجہ دی جائے۔اسی طرح صحابہ کرام کے آثار ومنہج کو فروغ دیا جائے۔وغیرہ۔

ردِ تحریکیت

منہج سلف کے آئینہ میں اخوانیت کی شناخت کے زاویے

● شیخ نثار احمد محمد مستقیم مدنی (شیخ الجامعہ جامعۃ التوحید، بھیونڈی)

سلفی منہج درحقیقت مذہب اسلام کی وہ مکمل تصویر ہے جو زندگی کے تمام شعبوں میں کتاب وسنت کی بالا دستی سے عبارت ہے، عقیدہ ومنہج، اخلاقیات، عبادات اور معاملات وغیرہ میں بھرپور رہنمائی اس کا طرۂ امتیاز ہے۔ یہ علماء امت صحابہ کرام ،تابعین عظام، اتباع تابعین اور ائمہ دین کے فہم کا نچوڑ ہے جو افراط وتفریط کے مابین رہتے ہوئے اسلاف امت سے استفادہ اور ان کے احترام کو لازم اور ان سے سرمو انحراف کو زیغ وضلال کا پیش خیمہ قرار دیتا ہے، شخصیت پرستی، تقلید شخصی، صوفیاء، اولیاء سے توسل اور بیعت کے یہ سخت خلاف ہے، اس میں موضوع ومن گڑھت روایات، جھوٹی حکایات وقصص اور بے سند کرامات کی چنداں گنجائش نہیں ہے کیونکہ یہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: "**ما أنا عليه اليوم وأصحابي**" آج سے تقریباً ساڑھے چودہ سو سال کا نازل شدہ شریعت مطہرہ کا من وعن مکمل آئینہ دار ہے جو ان 72 فرقوں سے ہٹ کر اکلوتا صراط مستقیم پر قائم سلفی منہج ہے جسے فرقہ ناجیہ، طائفہ منصورہ، اہل سنت والجماعت، اہل حدیث، اہل اثر جیسے مختلف ادوار میں حسب ضرورت وامتیاز کے پیش نظر مختلف ناموں سے موسوم کیا گیا ہے۔ جن کے حاملین کا وجود ہر دور میں ناگزیر رہا ہے اور وہ رب کی طرف سے حمایت یافتہ رہے ہیں۔

اس کے برعکس حزبیت وتحریکیت عالم اسلام کے اندر نمودار ہونے والی ایک انتہائی خطرناک سیاسی تنظیم ہے جو اسلامی دعوت کے نام پر چودھویں صدی ہجری میں وجود میں آئی ہے۔ جو حقیقت میں ایک دنیا پرست غیر اسلامی جماعت ہے جس کی جڑیں قرون اولیٰ کے خوارج سے ملتی ہیں جنہیں حقیقت میں خوارج عصر سے تعبیر کر سکتے ہیں یہ اہل سنت سے زیادہ اہل رفض وتشیع سے قریب اور ان کے مفاد میں کام کرنے والے ان کے ایجنٹ ہیں۔ جن کا اساسی مقصد حصول زر اور منصب وحکومت پر قبضہ جمانا ہے جس کے لئے وہ اسلام کی جانب منسوب ہر مکتب فکر کو اپنے ساتھ شامل کرنا چاہتے ہیں اور بکھراؤ سے بچانے کے لئے کسی پر نکیر کو مصلحت کے خلاف سمجھتے ہیں اور حصول زر کے لئے خدمت خلق کو بطور ہتھیار استعمال کرتے ہیں۔

حالانکہ دعوت دین ایک مقدس اور بابرکت انبیائی مشن ہے جس کے چار بنیادی مقاصد ہیں:

(1) اس سرزمین پر اللہ کے کلمہ کو بلند کرنا۔

(2) دعوت وتبلیغ کی امانت کو کما حقہ انجام دینا۔

(3) بندوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر بندوں کے رب کی بندگی کی جانب لانا اور مذاہب کے ظلم وجور سے نکال کر اسلام کے نظام عدل کی طرف گامزن کرنا۔

(4) تمام کافروں، گمراہوں اور اسلام مخالف عناصر پر اپنی حجت تمام کرنا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنۡ أَحۡسَنُ قَوۡلٗا مِّمَّن دَعَآ إِلَى ٱللَّهِ وَعَمِلَ صَٰلِحٗا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ ٱلۡمُسۡلِمِينَ﴾ [فصلت:۳۳]

''اس شخص سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جس نے اللہ کی طرف دعوت دی، نیک کام کیا اور کہا میں مسلمانوں میں سے ہوں''۔

اور فرمایا:

﴿كُنتُمۡ خَيۡرَ أُمَّةٍ أُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَأۡمُرُونَ بِٱلۡمَعۡرُوفِ وَتَنۡهَوۡنَ عَنِ ٱلۡمُنكَرِ﴾ [آل عمران:۱۱۰]

''تم سب سے بہترین امت ہو جنہیں لوگوں کے لئے برپا کیا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو''۔

آیئے مختلف زاویوں سے اسلامی دعوت کے نام پر پوری دنیا میں پھیلی ہوئی اس فسادی جماعت کی شناخت منہج سلف کی روشنی میں کرتے ہیں:

(1) توحید باری تعالیٰ کے باب میں اخوانیت کے سربراہان کی کوتاہی اور ان کا شرک میں واقع ہونا:

چنانچہ اس جماعت کے بانی حسن البناء سیدہ زینب کے مزار پر حاضری دیتے ہیں جو کہ شرک اکبر کا ایک بہت بڑا اڈہ ہے وہاں وہ شرک پر نکیر کرنے نہیں بلکہ حاضری دینے جاتے ہیں۔ (قافلة الاخوان المسلمین:1/192)

یہی حسن البناء جشن عید میلاد کے موقع پر روحوں کی حاضری کے عقیدہ کے تحت شرک اکبر کا مرتکب ہوتے ہوئے کہتا ہے:

هذا الحبيب مع الأحباب قد حضر
وسامح الكل في ماقدطلبت مضى وجرى

(حسن البناء بأقلام تلامذتہ ومعاصریہ:71-72)

اس نے اقرار کیا ہے کہ وہ حصافی جیسے منحرف صوفی سلسلہ سے منسلک تھا۔ (مذکرات الدعوۃ والداعیۃ:23)

اسی طرح حسن بناء کے تیسرے مرشد عمر تلسمانی اپنی کتاب شھید المحراب 225-226 میں کہتے ہیں ''میں اس رائے کا قائل ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ و مردہ ہر حال میں اس شخص کے لئے استغفار کرتے ہیں جو آپ کے پاس اسی مقصد سے آتا ہے'' مزید کہتا ہے: ''جو اولیاء کی کرامتوں کا قائل ہو اور ان کی پاک قبروں پر جاکر التجا کرتا ہو اس پر بہت زیادہ نکیر کرنے کی ضرورت نہیں ہے''۔

اسی طرح "السنة ومكانتها في التشريع الإسلامي" کے مصنف مصطفی سباعی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کے قائل نظر آتے ہیں۔

شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اخوانی تحریک کے یہاں توحید کی طرف دعوت اور شرک و بدعت پر نکیر کی طرف دعوت میں کوئی نشاط نہیں پایا جاتا ہے''۔

اور شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''الاخوان المسلمون (جماعت اسلامی) کا طریقہ یہ ہوا کرتا ہے کہ اخلاقی گراوٹ کی اصلاح پر توجہ دیتے ہیں لیکن عقیدہ اور توحید سے چشم پوشی کرتے ہیں بلکہ عقیدہ کی اصلاح کی بات کرنے والے کی مخالفت کرتے ہیں''۔

[الفتح الربانی فی الدفاع عن الشیخ محمد ناصر الدین الألبانی ص:۱۲]

(2) بدعتوں میں واقع ہونا اور اس سلسلہ میں تساہل سے کام لینا:

جو شخص شرک جیسی قبیح بیماری کا شکار ہو چکا ہو اس کا بدعتوں

میں واقع ہونا سہل ہوتا ہے، یہ 27 رجب کو یوم قدس اور اسراء ومعراج کا جشن مناتے ہیں اور شرکیہ گیت پڑھتے ودہراتے ہیں۔ علاوہ ازیں بعض ممالک میں ان کے سربراہان باقاعدہ جشن عید میلاد النبی ﷺ مناتے اوراس کی تائید کرتے ہوئے دیکھے جاتے ہیں،صوفیاء کی طرح یہ اپنے مراکز اور مخیمات میں ذکر اجتماعی اور بہت سارے ممالک میں خفیہ واعلانیہ طور پر بدعتوں کے رسیا نظر آتے رہتے ہیں۔

(3) ولاء وبراء کے عقیدہ کا کمزور ہونا:

بانی ''اخوانی تحریک'' حسن البناء جماعت کی بیسویں برسی پر منعقد اجلاس میں کہتا ہے ''اخوانی تحریک کسی عقیدہ، دین یا فرقے کے خلاف نہیں ہے بلکہ اس جماعت کے ارکان کو احساس ہے کہ اس وقت تمام رسالتوں کو الحاد کا خطرہ ہے اس لئے ان ادیان کے مومنین پر واجب ہے کہ کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہو جائیں اور انسانیت کو اس خطرہ سے نکالنے کے لئے اپنی کوشش صرف کردیں''۔ (قافلة الاخوان المسلمين 1/ 211)

اور ایک مجلس جس میں امریکی، برطانوی کمیٹی تھی کہا: ''میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ ہمارا یہودیوں کے ساتھ کوئی دینی جھگڑا نہیں ہے [الاخوان المسلمون أحداث صنعت التاريخ:409/1] حالانکہ فرمان باری کے مطابق یہودی مومنین کے سب سے بڑے دشمن ہیں:

﴿لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ ٱلنَّاسِ عَدَٰوَةً لِّلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱلۡيَهُودَ وَٱلَّذِينَ أَشۡرَكُواْۖ﴾ [المائدة:۸۲]

''یہودیوں اور مشرکین کو سب سے زیادہ مومنین سے دشمنی کرنے والے پائیں گے''۔

شیخ عبدالمحسن العباد حفظہ اللہ فرماتے ہیں: ''جو ان کے ساتھ ہوتا ہے اسی کے ساتھ ان کا ولاء اور محبت ہوتی ہے (رافضی، عیسائی، یہودی اور کمیونسٹ) اور جو ان کے ساتھ نہ ہو اس کے ساتھ براء اور دشمنی ہوتی ہے گرچہ بدترین مخلوق کیوں نہ ہو جیسے روافض اگر ان کے ساتھ ہیں تو ان کا بھائی ہوگا اس کے ساتھ ان کی سچی محبت ہوگی''۔

[جمع الشتات فيما كتب عن الاخوان من ملاحظات للشيخ عبد الله النجمي ص:85]

یہ خمینی اور دیگر کبار شیعہ روافض سے سچی عقیدت ومحبت رکھتے ہیں۔ جبکہ الحب للہ والبغض للہ یہ معیار دین ہے نہ کہ ہوائے نفس اور حصول زر کی خاطر دشمنان صحابہ سے سچی محبت کرنا ہے۔

(4) باہم گروہ در گروہ میں تقسیم ہونا:

اخوانی جماعت حقیقت میں یہ چودہویں صدی ہجری کی پیداوار انتہائی گمراہ کن تحریک ہے جو صحیح منہج سے بھٹکی ہوئی ہے جسکے سربراہان ذاتی منفعت کے پیش نظر گروہ در گروہ میں منقسم ہیں حالانکہ فرقہ بندی کی مذمت پر بہت سارے نصوص موجود ہیں مثلاً: فرمان نبوی ﷺ:

"فإنه من يعش منكم فسيرى اختلافا كثيرا......". (صحيح سنن أبي داود:4607)

یعنی ''تم میں جو آئندہ زندہ رہے گا تو عنقریب بہت زیادہ اختلافات دیکھے گا''۔

ان کے متعدد فرقے جیسے قطبی، بنائی، سروری، جماعت التکفیر والھجرۃ، القاعدہ، بوکوحرام، حزب اللات اور برصغیر میں ان کی ہم نوا متعدد حزبی گروہ اور جماعتیں ہیں اور یہ واضح دلیل ہے کہ یہ دنیاوی مقاصد کے پیش نظر الگ الگ ترجیحات ومفادات کے پیش نظر الگ گروہ بنا لیتے ہیں۔

(5) اپنی مجلسوں میں حکام وقت پر نقطہ چینی کرنا، غیبت کرنا،

ان پر طعن وتشنیع کرنا ان کے عیوب کو سامنے لانا ،غلطیوں کو اچھالنا،نوجوانان امت اورعوام کے دلوں میں حکمرانوں کے تئیں نفرت دلانا۔حالانکہ یہ منہج سلف کے سخت مخالف نظریہ ہے چنانچہ عوف بن مالک اُشجعی فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ فرماتے ہیں:

"خِيارُ أئِمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُحِبُّونَهُمْ ويُحِبُّونَكُمْ، وتُصَلُّونَ عليهم ويُصَلُّونَ علَيْكُم، وشِرارُ أئِمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُبْغِضُونَهُمْ ويُبْغِضُونَكُمْ، وتَلْعَنُونَهُمْ ويَلْعَنُونَكُمْ، قالوا: قُلْنا: يا رَسولَ اللهِ، أفَلا نُنابِذُهُمْ عِنْدَ ذلكَ؟ قالَ: لا، ما أقامُوا فِيكُمُ الصَّلاةَ، لا، ما أقامُوا فِيكُمُ الصَّلاةَ، ألا مَن وَلِيَ عليه والٍ، فَرَآهُ يَأْتي شيئًا مِن مَعْصِيَةِ اللهِ، فَلْيَكْرَهْ ما يَأْتي مِن مَعْصِيَةِ اللهِ، ولا يَنْزِعَنَّ يَدًا مِن طاعَةٍ". (صحیح مسلم:1855)

''تمہارے بہترین حکمراں وہ ہیں جن سے آپ اوروہ آپ سے محبت کرتے ہیں تم ان کے لئے اوروہ تمہارے لئے دعائیں کرتے ہیں اورتمہارے بدترین حکمراں وہ ہیں جن سے تم اوروہ تم سے بغض ونفرت رکھتے ہوں تم ان کے لئے اور وہ تمہارے لئیے بددعائیں کرتے ہوں،لوگوں نے کہا: ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! ایسی صورت میں کیا ہم ان کا بائیکاٹ کردیں؟ نہیں، دو دفعہ آپ نے فرمایا جب تک وہ تمہارے درمیان صلاۃ قائم کرتے رہیں،خبردار! جب تم پر کوئی حکمراں متعین کیا جائے اور اسے معصیت کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھو،تو اللہ کی معصیت کےسبب اسے ناپسند کرولیکن اطاعت سے دستبردار مت ہو''۔

اورعیاض بن غنم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:

"مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْصَحَ لِذِي سُلْطَانٍ فِي أَمْرٍ فَلَا يُبْدِهِ عَلَانِيَةً، وَلَكِنْ لِيَأْخُذْ بِيَدِهِ، فَيَخْلُو بِهِ، فَإِنْ قَبِلَ مِنْهُ فَذَاكَ، وَإِلَّا كَانَ قَدْ أَدَّى الَّذِي عَلَيْهِ لَهُ". (السنۃ لابن أبی عاصم:2/522)

''جوکسی حکمراں کوکسی معاملہ میں نصیحت کرنا چاہے تو اعلانیہ اس کا اظہار نہ کرے بلکہ اسے لیکرخلوت نشیں ہوجائے اگرقبول کرتا ہے تو اچھی بات ہے ورنہ وہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوگیا ہے''۔

اسی طرح سہل بن عبداللہ التستری فرماتے ہیں:لوگ اس وقت تک بھلائی میں رہیں گے جب تک اپنے حکام اورعلماء کی تعظیم کریں گے،جب تک تعظیم کریں گےاللہ ان کی دنیاوآخرت دونوں کی اصلاح کرے گا اور اگران دونوں کو کمتر سمجھیں گےتو خودہی اپنی دنیاوآخرت کوبگاڑلیں گے۔(قرطبی:۵/۲۶۰)

(6)اپنی جماعت کے رہنماؤں،اپنی کتابوں اورلیکچروں نیزاپنے ہم خیالوں کےتئیں حددرجہ تعصب کابرتاؤ کرنا:

ان کے یہاں شیخ الاسلام ابن تیمیہ،ابن قیم،محمد بن عبد الوھاب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جیسے ائمہ کی کتابوں کی کوئی جگہ نہیں ہے البتہ عقائد کے باب میں گمراہیوں سے بھرپور سید قطب، مودودی وغیرہ کی کتابیں کتاب وسنت سے زیادہ مقبول ومتداول ہیں۔ایسے لوگ جوتعصب کے مرض کے شکار ہیں حق کو پس پشت ڈال کراہل باطل ہی پراکتفا کرتے ہیں تواس سلسلہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَن خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ، وفارَقَ الجَماعَةَ فَماتَ، ماتَ مِيتَةً جاهِلِيَّةً، ومَن قاتَلَ تَحْتَ رايَةٍ عُمِّيَّةٍ يَغْضَبُ لِعَصَبَةٍ، أوْ يَدْعُو إلى عَصَبَةٍ، أوْ يَنْصُرُ

عَصَبَةً، فَقُتِلَ، فقِتْلَةٌ جاهِلِيَّةٌ، ومَن خَرَجَ على أُمَّتِي، يَضْرِبُ بَرَّها وفاجِرَها، ولا يَتحاشَى -وفِي رواية: لا يَتحاشَ- مِن مُؤْمِنِها، ولا يَفِي لِذِي عَهْدٍ عَهْدَهُ، فليسَ مِنِّي ولَسْتُ منه".(صحیح مسلم:1848)

''جس نے حکمران کی اطاعت ترک کر دی اور جماعت سے مفارقت اختیار کر لی اور اسی حالت میں مر گیا تو وہ جاہلیت والی موت مرے گا۔ جس نے اندھا دھند جھنڈے کے نیچے لڑائی کی، عصبیت کی بنا پر غصے میں آیا، عصبیت کی طرف دعوت دی اور عصبیت کی بنا پر مدد کی اور قتل ہو گیا تو وہ بھی جاہلیت والی موت مرے گا اور جو میری امت پر بغاوت کرتے ہوئے نکلا، نیکوکاروں اور بدکاروں کو قتل کرتا گیا، مومن سے کنارہ کشی نہ کی اور عہد والے کا عہد پورا نہ کیا تو وہ مجھ سے نہیں ہے اور میں اس سے نہیں ہوں''۔

(7) جو ان کے منہج سے ڈراتا، ان کی غلطیوں پر نکیر کرتا، ان کی مخالفتوں کو واضح کرتا جن میں ان کی جماعت یا ان کے رہنما واقع ہوئے ہیں اس سے ہر کسی کو آگاہ کرتے ہیں، ڈراتے ہیں، چاپلوسی کا الزام لگاتے ہیں، اسے درباری ملا، حیض ونفاس کا مولوی، ایجنٹ، اور عصر حاضر کے تقاضوں سے نابلد قرار دیتے ہیں خواہ نکیر کرنے والے وقت کے امام، علامہ ہی کیوں نہ ہوں، چنانچہ ابو اسماعیل صابونی فرماتے ہیں کہ بدعتوں کی نشانیاں اہل بدعت پر بالکل ظاہر ہوتی ہیں ان کی سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ نبی ﷺ کی حدیثوں کے شیدائیوں سے دشمنی رکھتے ہیں اور انہیں بدنام کرتے ہیں۔(عقیدۃ السلف اصحاب الحدیث:102)

(8) اسی طرح ان کتابوں سے بھی لوگوں کو ڈراتے اور دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں جو ان کے منہج اور ان کے اکابرین کی گمراہیوں کا پوسٹ مارٹم کرتی ہیں جس طرح مشرکین مکہ سے متعلق فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ لَا تَسۡمَعُواْ لِهَٰذَا ٱلۡقُرۡءَانِ وَٱلۡغَوۡاْ فِيهِ لَعَلَّكُمۡ تَغۡلِبُونَ﴾[فصلت:۲۶]

''اور کافروں نے کہا: اس قرآن کو نہ سنو اور اس میں فضول شور وغل مچاؤ تاکہ تم غالب آجاؤ''۔

(9) یہ سلفی علماء سے اس دعوے کی بنیاد پر علم حاصل کرنے سے گریز کرتے ہیں کیونکہ انہیں دعوت کا اہم کام کرنا ہے اور علماء صرف تشویش پیدا کرتے ہیں:

﴿قُلۡ هَٰذِهِۦ سَبِيلِيٓ أَدۡعُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا۠ وَمَنِ ٱتَّبَعَنِيۖ﴾[یوسف:۱۰۸]

''کہ دیجئے یہ میرا راستہ ہے میں اور میرے متبعین اللہ کی جانب بصیرت کے ساتھ دعوت دے رہے ہیں''۔

اور رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

"إن من أشراط الساعة أن يلتمس العلم عند الأصاغر".(أخرجه ابن المبارک فی (الزہد) (61)، والطبرانی:22/361 (908)، والخطیب فی (الجامع) (159) واللفظ لہ صحّحہ الألبانی فی (صحیح الجامع) (2207)

''قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ لوگ چھوٹوں سے علم حاصل کریں گے''۔

اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"إنكم لن تزالوا بخير مادام العلم في كباركم فإذا كان العلم في صغاركم سفه الصغير الكبير".(المعجم الکبیر للطبرانی:8510)

''تم برابر خیر میں رہو گے جب تک علم تمہارے بڑوں میں

رہے گا لیکن جب علم تمہارے چھوٹوں میں آجائے گا، اس وقت چھوٹے بڑوں کو بیوقوف سمجھیں گے''۔

(10) حکومت مخالف سرگرمیوں پر مشتمل کتابوں، کیسٹوں جن پر حکومتی سطح پر ممانعت ہوتی ہے یہ اس کی خوب خوب پذیرائی کرتے ہیں۔ حالانکہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنكُمۡۖ.....﴾ [النساء:۵۹]

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں سے حکومت والے ہیں''۔

(11) دھرنا دینا، مظاہرہ کرنا اور اس کی دعوت دینا اور اسے دعوت کے لیے طاقتور اسلوب سمجھنا۔

(12) ان کے سرغنوں کا اپنے پیروکاروں کو خروج وبغاوت اور انقلابات کی تربیت دینا جو ان کی تربیتی خیموں میں انجام پاتی ہے۔

(13) ایسی خلافت راشدہ کی دعوت جو صرف آخری زمانہ میں آئے گی اور اس کے لیے نوجوانوں کو ابھارنا اور گمراہ کرنا۔

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''تكونُ النبوةُ فيكم ما شاء اللهُ أن تكونَ ثم يرفعُها إذا شاء أن يرفعَها ثم تكونُ خلافةٌ على منهاجِ النبوةِ فتكونُ ما شاء اللهُ أن تكونَ ثم يرفعُها إذا شاء أن يرفعَها ثم تكونُ مُلكًا عاضًّا فتكونُ ما شاء اللهُ أن تكونَ ثم يرفعُها إذا شاء أن يرفعَها ثم تكونُ خلافةٌ على منهاجِ نبوةٍ ثم سكت''. (مجمع الزوائد للهيثمي: 5/191 ومسند أحمد: 18406)

''جب تک اللہ کی مشیت ہوگی تمہارے درمیان نبوت رہے گی اور پھر جب اللہ چاہے گا اسے اٹھالے گا پھر جب تک اللہ چاہے گا خلافت علی منہاج النبوۃ رہے گی پھر جب اس کی چاہت ہوگی اسے بھی اٹھالے گا پھر کاٹنے والی بادشاہت ہوگی اور وہ بھی اللہ کی منشاء کے مطابق رہے گی پھر نبوت کے طرز پر خلافت رہے گی پھر آپ خاموش ہوگئے''۔

(14) ان کے بڑے اپنے پیروکاروں کے دلوں میں یہ بٹھاتے ہیں کہ اخوانی، تبلیغی اور حزب التحریر جیسی جماعتوں میں جو بھی اختلاف ہے وہ اختلاف تنوع ہے اختلاف تضاد نہیں ہے۔

(15) اپنے پیروکاروں کے دلوں میں یہ بٹھاتے ہیں کہ دعوت کا کام اسی وقت ممکن ہوگا جب تک معاصر جماعتوں میں سے کسی جماعت کے ساتھ ملا نہ جائے۔

(16) یہ زیادہ تر وقت اخبارات، میگزین، اور فکری لٹریچر پڑھنے میں گزارتے ہیں اور ان کے بقول ان کا پڑھنے والا مفکر ہوتا ہے اور ان سے غافل حالات حاضرہ سے نابلد ہوتا ہے۔

(17) ان کی دعوت عام طور پر صرف نوجوانوں پر مرکوز ہوتی ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''إذا حدَّثتُكم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فَلَأَنْ أخِرَّ من السماء أحبُّ إليَّ مِنْ أن أكذبَ عليه، وإذا حدثتكم فيما بيني وبينكم فإن الحرب خدعة، سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول:

''يأتي في آخر الزمان قومٌ حُدثاءُ الأسنانِ سُفهاءُ الأحلام، يقولون من خيرِ قولِ البَرِيَّة،

يَمْرُقُون من الإسلام كما يَمْرُقُ السهمُ من الرَّمِيَّةِ، لا يُجاوِزُ إيمانُهم حناجرَهم، فأينما لقيتموهم فاقتلوهم، فإن قتلهم أجرٌ لمن قتلهم يوم القيامة".(متفق علیہ)

''جب میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی حدیث بیان کروں تو آسمان سے گرجانا میرے لئے آپ پر جھوٹ باندھنے سے زیادہ پسندیدہ ہے البتہ جب اپنی طرف سے میں تم سے کوئی بات کہوں تو یاد رہے کہ لڑائی تو تدبیر اور فریب کا نام ہے۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: آخر زمانہ میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے جو کمسن، کم عقل اور بیوقوف ہوں گے۔ باتیں وہ کہیں گے جو دنیا کی بہترین بات ہوگی۔ لیکن اسلام سے اس طرح صاف نکل چکے ہوں گے جیسے تیر جانور کے پار نکل جاتا ہے۔ ان کا ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، تم انہیں جہاں بھی پاؤ قتل کردو، کیونکہ ان کے قتل سے قاتل کو قیامت کے دن ثواب ملے گا''۔

(18) اہل توحید سے دشمنی رکھتے ہیں:

اس میں کوئی شک نہیں کہ باطل پرستوں کی حقیقت کو جو واشگاف کرے گا، انکا کتاب وسنت کی روشنی میں پوسٹ مارٹم کرے گا وہ ضرور ان کی آنکھوں میں کھٹکے گا انکے مشن کے خلاف درپے آزار رہے گا اور بساط بھر انہیں گزند پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے ہیں۔

(19) لوگوں پر کافروں کے پروڈکٹ کے بائیکاٹ کو واجب کرنا:

حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود سے معاملہ کیا تھا مواثیق قائم کیا تھا آپ کی وفات ہوئی اور آپ کی زرہ کچھ قرض کے بدلہ ایک یہودی کے گھر گروی رکھی ہوئی تھی۔

حزبیت وتحریکیت کا سدباب:

جب یہ واضح ہوگیا ہے کہ حقیقی معنوں میں سلفی منہج ہی خالص اللہ کا پسندیدہ دین اسلام ہے اور اس کے علاوہ سب راہ حق سے برگشتہ جماعتیں ہیں ایسے میں اہل حق کا یہ شیوہ بنتا ہے کہ وہ پورے علم وبصیرت اور ہمت وحکمت کے ساتھ ان کی تار پود بکھیریں، ان کے عقائد ونظریات، عزائم ومنصوبوں سے پردہ اٹھائیں، اہل دنیا کے سامنے تمام تر وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے ان کے چہروں کو بے نقاب کریں اور کج فہم وکوتاہ ذہن نوجوانوں کو ان کے دام فریب سے آزادی کا سامان بہم پہنچائیں تاکہ دنیا کے سامنے ان کے دوچہروں کی حقیقت اور ان کی دوگلی پالیسی آشکارا ہوسکے، اور دشمنان اسلام سے ان کی دوستی کا راز فاش ہوسکے نیز سب کے سامنے یہ عیاں ہوجائے کہ خدمت خلق، اتحاد بین المذاہب والمسالک، انکار منکر کے ترک اور اخلاقیات ہی پر پوری توجہ مبذول کرنے کے پس پردہ کی کہانی کیا ہے، کیوں توحید اور اہل توحید انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتے ہیں؟ کیوں عوام کے سامنے اہل حق کا مذاق اڑانا ان کا پیشہ بنا ہوا ہے؟ جب بزعم خویش وہی حق پر ہیں تو گروہوں اور فرقوں میں منقسم کیوں ہورہے ہیں؟ نصوص کتاب وسنت پر مبنی ائمہ سلف کی کتابوں سے ناطہ توڑ کر لٹریچر کی دنیا میں کیوں لانا چاہتے ہیں؟ یہ اور اس قسم کے ان گنت سوالات قائم ہوتے ہیں جو ان کی حقیقت واشگاف کرنے کے لیے کافی ہیں شرط یہ ہے کہ ہم اپنے فرائض منصبی سمجھیں اور کما حقہ ان کی انجام دہی میں کمر بستہ ہوں، اللہ توفیق دے۔(آمین)

توجیہات وارشادات

منہج سلف اور کچھ غیر ذمے دارانہ رویے

● شیخ رشید سمیع سلفی (جامعۃ التوحید، بھیونڈی)

منہج سلف کوئی چیستاں نہیں ہے جو فہم وادراک سے باہر کی چیز ہو، منہج سلف کوئی پہیلی نہیں ہے کہ ہر لال بجھکڑ اپنے دماغ سے اس کا مطلب طے کرے گا، یہ کوئی فلسفہ بھی نہیں ہے کہ رازی و غزالی کی تلقین کی ضرورت پڑتی ہے، یہ کوئی سائنسی تھیوری نہیں ہے کہ سٹیفن ہاکنگ اور آئن سٹائن کی تشریحات کی طرف ہم کو رجوع ہونا پڑے گا، جس طرح دین کا فہم آسان ہے بالکل اسی طرح منہج سلف بھی آسان فہم ہے، یہ "**ليلها كنهارها**" کے مصداق ہے، اس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے، اس کا سیدھا اور بلا کم وکاست مفہوم یہ ہے کہ کتاب وسنت کو صحابہ کے فہم کی روشنی میں سمجھنا ہے اور دین پر صحابہ کے طریقے کے مطابق عمل کرنا ہے، یہی صراط مستقیم بھی ہے، شریعت کی یہ کسوٹی کھرے کو کھوٹے سے الگ کرتی ہے، موتیوں کو خزف ریزوں سے جدا کرتی ہے، انحرافات وتلبیسات کے اس پر آشوب دور میں یہی دین صحیح کی حقیقی تعبیر ہے، اس کا دامن تھام لینے کے بعد تقلید، تشیع، تصوف، تجدد، تعقل، تشکیک اور الحاد کی پر خار راہ سے ہمارا راستہ خود بخود الگ ہو جاتا ہے۔

منہج سلف منہج فطرت ہے، کیونکہ یہی سب سے زیادہ توحید سے بحث کرتا ہے، سب سے زیادہ توحید کے مسائل کو اجاگر کرتا ہے، اس کا آغاز توحید اور اس کا انجام توحید ہے، اس کے نزدیک ہر قسم کی بربادیوں کے پیچھے فقدان توحید ہے اور ہر طرح کی سربلندیوں کا محرک عظمت توحید ہے، دوسرے مناھج میں توحید صرف زبانی جمع خرچ کے طور پر رہ گئی ہے، خانہ پری کی حیثیت سے توحید بچی ہے، عملی ترجیحات میں توحید پس منظر میں چلی جاتی ہے، کسی کے منہج میں شخصیات کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، کسی کے یہاں سیاسی وسماجی تقاضوں کو اصل سمجھ لیا گیا ہے، کہیں تزکیہ نفس کے نیچے توحید دب جاتی ہے، کہیں توحید کی فلسفیانہ تشریح میں شرک کا چور دروازہ کھول لیا گیا ہے، توحید کی امانت سب سے زیادہ محفوظ شکل میں منہج سلف میں نظر آئے گی، اس کی گواہ منہج سلف پر مبنی کتابیں، تقریریں اور عملی زندگیاں ہیں۔

ادھر چند سالوں سے منہج کے نام پر ایک ناخوشگوار بحث چھڑی ہے، کبھی کبھار یہ بحث تند وتلخ تبصروں کے دائرے میں داخل ہو کر سوشل میڈیا کی فضا کو مکدر کر دیتی ہے یہ بحث اس وقت شروع ہوتی ہے جب کسی کے فکری وعقدی انحراف اور کجروی پر تنقید کی جاتی ہے، کسی کے عقدی ومنہجی لغزش پر رد کیا جاتا ہے، کچھ لوگ چاہتے ہیں کہ رد وقدح نہیں ہونا چاہیے، باطل افکار ونظریات کے تعاقب سے انتشار پیدا ہوتا ہے، اپنوں کے منہج سلف سے بدظن ہونے اور برگشتہ ہونے کا خدشہ رہتا ہے، کسی کو ناراض نہ کرو، اب آزادئ فکر ورائے کا دور ہے، کسی کے منہج وعقیدہ پر

انگشت نمائی دوسروں سے ان کی آزادی سلب کرنے کے مترادف ہے، خوبصورت الفاظ وجملوں کے ریشمی لباس میں یہ فکرہ بہت بھلا معلوم ہوتا ہے، جدید ذہن کو اپیل کرتا ہے لیکن اسلام کے تصور دعوت اور انکار منکر کے اصول سے ٹکراتا ہے، دینی نقطۂ نظر سے یہ بات کسی صورت قابل قبول نہیں ہوسکتی کہ عقیدہ ومنہج کے انحراف پر زبان بند رکھی جائے، غلطیوں پر نکیر نہ کی جائے، پوری معلوم اسلامی تاریخ اس کے خلاف ہے، حکمت ومصلحت کے تقاضے کبھی خاموش رہنے کے حق میں ہوتے ہیں اور خاموشی اختیار کی جاتی ہے لیکن جب سلفیت کے لباس میں ضلالت پروسی جائے گی، جب فکر ومنہج کے اصولوں پر آنچ آئے گی تو خاموش رہنا جرم بن جائے گا اور اس کے سنگین نتائج مستقبل میں ظاہر ہوں گے، جب نادان دوستوں کی رواداری اور صلح کل کی روش فکری ضلالات کیلئے چور دروازہ بن جاتی ہے تو حقائق کا اظہار ضروری ہوجاتا ہے، اگر علماء حق منہج وعقیدے کے خلاف زہرخند تحریروں پر چپی سادھ لیں گے اور صرف نظر کرلینے کو اپنا وطیرہ بنالیں گے تو یہ ایک بہت بڑے بحران کا پیش خیمہ ہوگا، یہ ہماری ڈیڑھ ہزار سالہ دعوتی تاریخ سے اعراض ہوگا، یہ وہ خطرناک روش ہوگی جس سے دھیرے دھیرے سلفیت کی بے آمیز شفافیت غبار آلود ہوگی، یہ باطل افکار ونظریات کی مشق ستم بنتی جائے گی، ایک وقت ایسا بھی آئیگا کہ حق اپنے امتیازات کھودے گا، سلفیت اور دوسرے مناہج میں کوئی فرق نہیں رہ جائے گا، اور اب یہ دراندازی اور خلط ملط ہونا شروع ہوگیا ہے، ماضی قریب کی تاریخ دیکھ لیجئے، سادہ لوحی اور مصلحت پرستی سے داعش جیسی دہشت گرد تنظیم بھی سلفی مشہور کردی گئی تھی، کوئی بتائے کہ دنیا کو اس خلط مبحث سے نکالنے کیلئے علماء نے کتنی محنت کی ہے؟ کیسے سلفیت کو خارجیت کے التباس سے باہر نکالا ہے؟ لہٰذا ردوانکار کا سلسلہ سلف کے طریقے کے مطابق ہمیشہ چلتا رہے گا۔

انحرافات پر صرف نظر کے موقف کو اگر تسلیم کرلیں تو علامہ ابن تیمیہ اور آپ کے شاگردان رشید ابن قیم ابن کثیر رحمہم اللہ، شیخ محمد بن عبدالوہاب، شاہ اسمعیل شہید وغیرہم کی کاوشیں بے معنی قرار پائیں گی، ان کی مساعی جمیلہ عبث ٹھہریں گی، منہج بازیچۂ اطفال ہوجائے گا، منہج وقت کی نیرنگیوں کے تابع ہوجائے گا،

یہی وجہ ہیکہ منہج سلف کے دفاع میں ماضی کے ادوار میں علماء پیش پیش رہے ہیں، ہر ایک کے تعاقب میں سمند قلم کو ایڑ لگایا ہے، گمراہ کن افکار ونظریات کا پردہ چاک کیا ہے، وقت کے فتنوں کے خلاف سلفیت کو ایک فکری حصار مہیا کرنے کی کوشش کی ہے، ردود پر بڑی بڑی کتابیں وجود میں آئی ہیں، سلسلہ ہنوز جاری ہے، اللہ کے نبی ﷺ نے ان علماء حق کے بارے میں فرمایا ہے۔

يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله، ينفون عنه تحريف الغالين ، وانتحال المبطلين، وتأويل الجاهلين". (رواہ البیہقی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اس علم کو بعد میں آنے والے ہر طبقہ کے صاحب تقویٰ لوگ حاصل کریں گے، وہ اس (علم) سے غلو کرنے والوں کی تحریف، جھوٹے لوگوں کی جعل سازی اور جہلا کی تاویل کی نفی کریں گے۔‘‘

اور رد وانکار کی اس مبارک روایت پر علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بہت عمدہ بات لکھی ہے۔

''اور اس بات پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے حتیٰ کہ جب امام احمد سے دریافت کیا گیا کہ ایک آدمی نماز روزہ اور اعتکاف بکثرت کرتا ہے دوسرا اہل بدعات کا رد کرتا ہے، آپ کے نزدیک کون سا بہتر ہے؟ تو کہنے لگے: ''اگر کوئی شخص نماز، روزہ اور اعتکاف کرتا ہے تو وہ اس کے اپنے لئے ہے اور اگر اہل بدعات کا رد کرتا ہے تو یہ مسلمانوں کے لئے ہے اور یہی افضل ہے''۔(مجموع الفتاویٰ، ج ۲۸ ص ۲۳۱-۲۳۲)

تحریکی پروپیگنڈے کے اثر سے سہولت کار ذہن انحرافات سے صرف نظر ہی نہیں بلکہ اب تو ''منہج'' کے لفظ کو ہی عبث اور لایعنی قرار دینے پر تلا ہے، جبکہ تسلسل کے ساتھ یہ نام اکابرین استعمال کرتے آرہے ہیں اور اب تو فکر اہل حدیث اور یہ نام لازم وملزوم بن چکے ہیں۔ اگر موجودہ دور میں اس لقب کو رواج حاصل ہوا ہے تو تعارف، امتیاز، شناخت اور مخصوص تقاضوں کے مدنظر ہوا ہے، اہل حل وعقد علماء کے قبولِ عام سے پروان چڑھا ہے، اگر اس میں قابل اعتراض کوئی بات ہوتی تو ہمارے اکابرین اس پر بندش لگا دیتے کیونکہ ان کی دوررس نگاہیں فتنے کی آہٹ کو محسوس کرلیا کرتی تھیں، اس وقت لفظ ''منہج'' اہلحدیثوں کے طرز فکر کا نفس ناطقہ بن چکا ہے، اس کی ساخت میں سلفیت کا مایۂ خمیر ہے، یہ نظریۂ اہلحدیثیت کا خوبصورت ترجمان ہے، جبکہ دوسرے ناموں کو اظہار مدعا کیلئے سیاق کی ضرورت ہوتی ہے، دوسرے ناموں کا استعمال دوسرے منحرف مسالک بھی کرتے ہیں، ایک لفظ ''منہج'' ہے جو بلا سیاق کے اہلحدیث کے طرز فکر پر غماز ہے، کبھی آپ نے سنا کہ کسی فرقے نے اپنے فکر وعمل کو ''منہج'' کا نام دیا ہے؟ میں نے تو نہیں سنا ہے۔

ماضی میں ہمارے چوٹی کے علماء نے اس اصطلاح کو نہ صرف برتا ہے بلکہ اس سے گریز کے پس منظر کو بھی بتایا ہے، ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری نے کتاب ''سلفیت کے تعارف'' کی تقدیم لکھی ہے اور آپ اس میں عرض پرداز ہیں [''جدید دور میں دنیا کے مختلف حصوں میں سلفی منہج کو فروغ حاصل ہوا ہے، اس صورت حال سے اہل باطل ناراض ہیں، اور اس بات کے لئے کوشاں ہیں کہ سلفیت کی اصطلاح میں شک وشبہ پیدا کریں تاکہ جماعت اہلحدیث پر اس کا اطلاق نہ ہوسکے'']۔(سلفیت کا تعارف تقدیم)

شیخ البانی رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں کہتے ہیں: بعض لوگوں کا خیال ہے: توحید، عقیدہ صحیحہ اور ''منہج سلف'' کی دعوت سے لوگوں میں اختلاف وانتشار فروغ پاتا ہے، آپ کا کیا کہنا ہے؟

شیخ البانی رحمہ اللہ کا جواب تھا: اللہ اکبر، کیا اس دور میں بھی لوگ توحید، کتاب وسنت اور ''منہج سلف صالحین'' کی دعوت کو امت میں اختلاف وانتشار کی وجہ قرار دیتے ہیں؟ سبحان اللہ! یہ تو بڑی گمراہ کن بات ہے....(موسوعۃ الالبانی فی العقیدہ:85/2)

حوالے اور بھی ہیں، جماعت اہلحدیث کے اجلہ مشائخ نے الگ ویڈیوز میں بھی صراحت کی ہے جو یوٹیوب پر موجود ہے، یہ حوالے منہج کے تئیں پیدا کیے جانے والے شبہات کے تار پود بکھیر

دیتے ہیں، تاہم قدیم ناموں کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہ کبھی تھا اور نہ رہیگا۔ لفظ ''منہج'' میں جو جامعیت ہے، جو ہمہ گیریت ہے، جو زور بیاں ہے، جو شفافیت ہے، جو کشش ہے وہ دوسرے الفاظ میں نہیں ہے کیونکہ یہ وحی الٰہی سے مستعار ہے، ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا﴾ [المائدہ: ۴۸]

یہ لفظ ساز دل کو چھیڑتا ہے، یہ عالم اسلام میں نظریۂ اہل حدیث کے حاملین کو ایک لڑی میں پرو دیتا ہے، یہ علاقے اور سرحد کی دیواروں کو گرا کر باہم شیر وشکر کر دیتا ہے، اس کی اعتباری پہنائیوں میں عقیدہ وعمل کی وہ ساری جہات سمٹ آئی ہیں جو اہلحدیث کا خاصہ ہیں۔

منہج سلف کے مخالفین نے تسلسل کے ساتھ اس طرح نفرت پھیلائی ہے کہ کتاب وسنت کے علمبردار افراد بھی مخالفین کی زبان بولنے لگے ہیں، دوسروں کے طرز پر سوچنے لگے ہیں، بات صرف مخالفت تک محدود نہیں ہے بلکہ منہج کا طعنہ اب استہزاء کے حدود میں داخل ہوگیا ہے، نت نئے دن کچھ نہ کچھ کے کھلائے جاتے ہیں، کبھی مدخلی کہا جاتا ہے، کبھی سپر سلفی کہا جاتا ہے، کبھی منہجی داروغہ کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے، یہ کہہ کر بھی مذاق اڑایا جاتا ہے کہ منہج سے برخاست نہ کر دینا یا غیر منہجی نہ بنا دینا وغیرہ۔ دراصل یہ سب تمسخر وتحقیر کے ارادے سے کیا جارہا ہے، لفظ منہج کی ایک مخصوص لہجے میں تکرار کر کے ایک خاص طبقے کو ذلیل کرنا اور ہرٹ کرنا مقصود ہوتا ہے، یہ اہل حق کا طریقہ کبھی نہیں رہا، ہاں یہ وطیرہ اہل باطل سے ملتا جلتا ہے، مکی زندگی میں کافروں کا طرز عمل دیکھ لیا جائے، وہ متانت وسنجیدگی سے بے نیاز دلیل وبرہان کا خانہ استہزاء اور بہتان سے بھرتے تھے، اہل حق دین کے مسئلے کو استہزاء ودشنام کے حدود میں کبھی نہیں لے جاتے بلکہ وہ دلائل کے ساتھ صرف مدعا رکھتے ہیں اور نصح اور نرمی سے سمجھاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ روز روز کی بحثیں اور ردوقدح صورتحال کو پیچیدہ بناتی جارہی ہے، اب بہت زیادہ سنجیدگی اور ہوشمندی سے اس مسئلے پر غور کرنے کی ضرورت ہے، ہمارے اسلاف نے اس منہج کے اصولوں کو من وعن پیش کر دیا ہے، بڑی باریکی سے ایک ایک مسئلے کو منقح کیا ہے، بڑی بڑی کتابیں سپرد قلم کی ہیں، ہم ان پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی کتابوں کی طرف رجوع کرلیں، ان کے دلائل اور موقف پر غور کرلیں، خالی الذہن اور تعصب سے بالاتر ہوکر منصفانہ تجزیہ کریں، ہمارے دل ودماغ میں جو شکوک تہ در تہ جم چکے ہیں، سلف کی کتابیں اسے ذروں کی طرح اڑا دیں گی، مرض لگا ہے تو دوا کی تلاش کرنی پڑے گی، جب مرض سے مرض کی دوا کریں گے تو روگ کہاں سے جائے گا؟ یہ گمراہ کن لٹریچر کے دئے ہوئے داغ ہیں جو توحید وسنت کے آب حیات سے زائل ہونگے، سلف کے دینی وفکری لٹریچر سے دور ہونگے، بس اپنی انا اور ہمہ دانی کے خودساختہ خول سے باہر نکل کر گہرائی سے سوچنے کی ضرورت ہے، امید کہ ان گذارشات پر توجہ فرمائی جائے گی اور منہج سلف کی اشاعت کے لئے مل جل کر کام کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

راہِ نجات

منہج سلف ہی راہ نجات کیوں؟

● شیخ ابوتحسین پرویز عالم عطاء اللہ رحمانی مدنی (استاذ کلیہ عائشہ للبنات گونڈی ممبئی)

علمائے اہل سنت کی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ منہج طریقہ یا راستہ کو کہتے ہیں جبکہ منہج سلف صالحین یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین عظام، تبع تابعین اوران کے نقش قدم پر چلنے والے ائمہ ومحدثین، دین کے فکر وفہم، فقہ وبصیرت رکھنے والوں کو کہتے ہیں۔

منہج سلف عقیدہ وتوحید کی پختگی، کتاب وسنت کی صحیح اور مکمل پیروی کا نام ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا:

﴿لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾ [النحل: ۴۴]

ترجمہ: ''جو ارشادات لوگوں پر نازل ہوئے ہیں وہ ان پر ظاہر کردیں''۔

پتہ چلا کہ قرآن مجید اس لئے نازل کیا گیا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے کھول کھول کر بیان کردیں جو لوگوں کی جانب بطورِ ہدایت نازل کیا گیا۔

اسلامی بھائیو!

دین اسلام کی صحیح ومکمل تعبیر وتشریح کا نام سلفیت ہے۔ وہ منہج وطریقہ اور وہ عقیدہ وعمل جو سلف یعنی صحابہ کرام نے نزول قرآن کے وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول وعمل سے سیکھا، سمجھا، دیکھا اور عمل کیا اور بعد والوں کو اسی عقیدہ عمل کی دعوت دی اور سکھایا جسے انہوں نے حرزِ جان بنا کر تاویل وتحریف، تعطیل وتشبیہ، افراط وتفریط کے بغیر قولی وعملی طور پر اپنایا اور تابعین عظام نے بھی صحابہ کرام سے من وعن ان نصوص، اصل قرآن وسنت اور فہم کو حاصل کیا یہی سلفی منہج ہے۔

محترم قارئین!

عصر حاضر میں کہ جبکہ مناہج کی کثرت ہے، ہر آئے دن نئے فرقوں اور جماعتوں کا ظہور ہو رہا ہے، لوگ آپس میں دست گریباں ہیں، اختلاف وافتراق کا شکار ہیں، آراء کی بہتات ہے، مختلف طریقے ہیں، ہر کوئی کسی نہ کسی منہج کے بارے میں یہ دعویٰ ٹھونک رہا ہے کہ وہی برحق ہے تو ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آخر ان پر آشوب وپرفتن ماحول میں سارے منہجوں سے کٹ کر سلف صالحین ہی کے منہج کی اتباع کیوں کی جائے، منہج سلف کو اپنانا کیوں لازمی مانا جائے؟ تو ذیل کے سطور میں قرآن وسنّت کی روشنی میں بعض اسباب کا ذکر کیا جارہا ہے کہ جس سے یہ بات اظہر من الشّمس ہوجائے گی کہ درحقیقت منہج سلف صالح ہی لائق اتباع ہے اور یہی راہ حق وطریقۂ نجات ہے:

(1) پہلا سبب:

کتاب وسنت میں اللہ اور اسکے رسول کا حکم ہے کہ دین کی سمجھ میں صحابہ کو مقدم کریں، انہی کے نقش قدم پر چلیں کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی سب سے زیادہ کتاب وسنت پر عمل کرنے والے ہیں چنانچہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے: **"من يعش منكم فسيرى اختلافا كثيرًا، فعليكم بسنتي وسنةِ الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ، وإيَّاكُم ومُحدثات الأمور، فإن كل بدعة ضلالة"**. (جامع ترمذی:2676)

ترجمہ: ''تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت اختلافات دیکھے گا۔ (تو اس وقت) تم میرا طریقہ اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کا طریقہ لازم پکڑنا۔ اسے مضبوطی سے پکڑلو اور اسے اپنے ڈاڑھوں سے تھام لو اور نئے نئے کام (دین میں) ایجاد کرنے سے بچو کیونکہ دین میں ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

چنانچہ یہ صحابہ کرام جو سلف صالحین کی پہلی کڑی ہیں، ہی ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور تزکیہ نصیب ہوئی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَٱلسَّٰبِقُونَ ٱلْأَوَّلُونَ مِنَ ٱلْمُهَٰجِرِينَ وَٱلْأَنصَارِ وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم بِإِحْسَٰنٍ رَّضِىَ ٱللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا۟ عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِى تَحْتَهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا ۚ ذَٰلِكَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ﴾[التوبہ:۱۰۰]

ترجمہ: ''اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔''

لہٰذا جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زندگی گزارنے کی طرح گزارے گا تو اسے بھی وہ سب نصیب ہوگا جو ان پاک ہستیوں کو ملا تھا اور اس کے دلائل کتاب و سنت میں بے شمار ہیں۔

(2) دوسرا سبب:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہی وہ خوش نصیب ہستیاں ہیں کہ جنہوں نے نزول وحی کا مبارک زمانہ پایا ہے اور وحی کیوں اور کب نازل ہوا ہے، اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، وہ نزول وحی کے اسباب سے بخوبی واقف ہیں، اسی طرح تابعین نے ان صحابہ کرام کو دیکھا ہے کہ جنہوں نے نزول وحی کا زمانہ پایا ہے چنانچہ یہ ہر قرآنی آیت کا شان نزول اور ہر حدیثِ نبوی ﷺ کی مناسبت کو بخوبی سمجھتے ہیں اور اس کی اہمیت کا اندازہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے اس قول سے ہوتا ہے جس میں وہ فرماتی ہیں: **"نهينا عن اتباع الجنائز، ولم يعزم علينا"**. (متفق علیہ)

امام صنعانی بیان کرتے ہیں: ام عطیہ کا قول **"ولم**

یعزم علینا" سے یہ بات واضح ہے کہ یہاں نہی کراہت کے لئے ہے نہ کہ تحریم کے لئے، گویا کہ انہوں نے اسے قرینے سے سمجھا ہے۔ اب جو شخص جنازے کی اتباع سے ممانعت کی گھڑی حاضر نہیں تھا تو وہ اس قرینے کو کیسے سمجھ پائے گا جسے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جانا ہے نیز نبی ﷺ کا فرمان ہے:

"الشاهد يرى ما لا يرى الغائب".(رواہ أحمد)

یعنی: حاضر شخص وہ چیز دیکھ سکتا ہے جو غیر موجود نہیں دیکھ سکتا۔

(3) تیسرا سبب:

سلف صالحین بالاتفاق اس امت کے سب سے بڑے جانکار ہیں، قرآنی نصوص و نبوی ارشادات کے معانی و مفاہیم ان سے بہتر کوئی نہیں سمجھ سکتا چنانچہ حدیث میں ہے، شقیق بن سلمہ کہتے ہیں:

"خَطَبَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ، فَقَالَ: وَاللَّهِ لَقَدْ أَخَذْتُ مِنْ فِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِضْعًا وَسَبْعِينَ سُورَةً، وَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي مِنْ أَعْلَمِهِمْ بِكِتَابِ اللَّهِ وَمَا أَنَا بِخَيْرِهِمْ". قَالَ شَقِيقٌ: فَجَلَسْتُ فِي الْحِلَقِ أَسْمَعُ مَا يَقُولُونَ، فَمَا سَمِعْتُ رَادًّا، يَقُولُ: غَيْرَ ذَلِكَ".(بخاری: 5000،مسلم:6332)

یعنی: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیا اور کہا کہ اللہ کی قسم میں نے کچھ اوپر ستر سورتیں خود رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سن کر حاصل کی ہیں۔ اللہ کی قسم نبی کریم ﷺ کے صحابہ کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ میں ان سب سے زیادہ قرآن مجید کا جاننے والا ہوں حالانکہ میں ان سے بہتر نہیں ہوں۔ شقیق نے بیان کیا کہ پھر میں مجلس میں بیٹھا تاکہ صحابہ کی رائے سن سکوں کہ وہ کیا کہتے ہیں لیکن میں نے کسی سے اس بات کی تردید نہیں سنی۔

اس موقف کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے امام شافعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

"وهم فوقنا في كل علم واجتهاد و ورع وعقل وأمر استدرك به علم واستنبط به، وآراؤهم لنا أحمد وأولى بنا من آرائنا عندنا لأنفسنا".

یعنی: وہ ہم سے علم، اجتہاد، تقویٰ و ورع، عقل اور ہر فقہی و اجتہادی مسئلہ میں فوقیت رکھتے ہیں۔ ہماری اپنی آراء ہمارے لیے اس قدر بہتر نہیں، جس قدر ان کی آراء ہمارے لیے قابل ستائش اور اولی ہیں۔" [مناقب الشافعی للبیہقی: ۱/۴۴۲]

نیز شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ولا يجوز أيضًا أن يكون الخالفون أعلم من السالفين، كما قد يقوله بعض الأغبياء ممن لم يقدر قدر السلف".(شرح الحمویۃ لابن تیمیۃ)

ترجمہ: اور یہ بات بھی کہنا جائز نہیں کہ خلف سلف سے زیادہ جانکار ہیں جیسا کہ بعض کم عقل لوگ کہتے ہیں جو کہ درحقیقت سلف صالحین کے قدر و منزلت کو سمجھتے ہی نہیں ہیں۔

(4) چوتھا سبب:

سلف کے منہج کو اپنانا ضروری و لازمی ہے وگرنہ اسلام ضائع وبرباد ہوجائے گا، اسلامی شریعت تحریف کا شکار ہوجائے گی اور یوں ہرکس وناکس دلیل دیتے ہوئے کہے گا: یہ اس آیت کریمہ کی میری تفسیر ہے اور یہ فلاں حدیث کے بارے میں میرا فہم ہے۔ایک راہ حق سے بھٹکے شخص سے سعید بن جبیر کا واسطہ ہوا تو آپ نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا:

"عن يعلى بن حكيم: أن سعيد بن جبير حدث يومًا بحديث عن النبي -صلى الله عليه وسلم-، فقال رجل: في كتاب الله ما يخالف هذا، فقال سعيد: "ألا أراني أحدثك عن رسول الله -صلى الله عليه وسلم- وتعرض فيه بكتاب الله؟!! كان رسول الله -صلى الله عليه وسلم- أعلم بكتاب الله منك". (رواہ الدارمی)

یعنی: یعلی بن حکیم سے روایت ہے کہ سعید بن جبیر نے ایک مرتبہ ایک حدیث بیان کی تو ایک شخص نے اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ قرآن میں اسکے مخالف بات موجود ہے توسعید بن جبیر نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا: میں تجھے حدیثِ رسول ﷺ سنا رہا ہوں اور تو اس پر کتاب اللہ کے ذریعے اعتراض کر رہا ہے حالانکہ رسول ﷺ قرآن کریم کے تجھ سے زیادہ جاننے والے تھے۔

(5) پانچواں سبب:

فہم سلف شریعت کے مصادر میں ایک اہم مصدر ہے لہٰذا یہ حقیقت ہے کہ درست مراجع اور صحیح ضوابط نہ ہوں تو قرآن وحدیث کو صحیح معنوں میں سمجھا بھی نہیں جاسکتا چنانچہ یہ درست مرجع اور علم فہم سلف کا نام ہے، جس کے بغیر اس دین کو سمجھنا گمراہی کے دروازے کھولنا ہے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"العلم قال الله قال رسوله * قال الصحابة ليس بالتمويه". (الفوائد لابن قیم:154)

یعنی: علم وہ ہے جو اللہ اور اسکے رسول نے فرمایا ہے اور جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے منقول ہے نہ اٹکل پچو مارنا ہے۔

قارئینِ کرام! خلاصہ اینکہ منہج سلف کی اتباع کے اسباب ووجوہات بے شمار ہیں جنکی بناء پر ہمیں اسے اپنانا اور حرز جاں بنانا چاہئے تاکہ ہمارا عمل کتاب وسنت کے مطابق ہو اور وہ رب کے حضور مقبول وماجور ہو، رفع درجات کا ذریعہ ہو اور قیامت کے دن راہ نجات ہو لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی زندگی کے تمام اعمال میں منہج سلف صالح کو اپنائیں، کتاب وسنت کے نصوص کو سلف صالح کے فہم کے مطابق سمجھیں تاکہ عصر حاضر کے تحریکی وتکفیری فتنوں سے اپنے آپ کو بچاسکیں۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ رب العالمین ہمیں منہج سلف صالح کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے! آمین!

تقبل يا رب العالمين!

فقہ وفتاویٰ

منہج سلف اور سلفیت کی طرف انتساب کا شرعی حکم

● شیخ عبدالحکیم عبدالمعبود المدنی (مدیر مجلہ الجماعۃ، ممبئی)

سوال: سلفیت کسے کہتے ہیں اور منہج سلف اور سلفیت کی طرف انتساب کا شرعی حکم کیا ہے وضاحت فرمائیں؟

جواب: سلفیت سلف صالحین کی طرف انتساب کا نام ہے اور سلف صالحین پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ اور خیر القرون کے لوگوں کو کہا جاتا ہے جس کی خیریت اور صالحیت کی شہادت اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث مبارک میں دی ہے اور اسی سے لفظ سلفی اور سلفیت ماخوذ ہے، اس لیے سلفیت یا سلفی کہنا گویا کہ یہ صحابہ کرام اور ان کے طریقے اور منہج کی طرف انتساب ہے اور احادیث مبارکہ میں پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کے لوگوں کو اسی طریقہ کو مضبوطی سے تھامے رہنے اور اسے اختیار کرنے کا حکم عطا فرمایا ہے۔ ذیل میں اس بابت بعض کبار اہل علم کے فتاوے درج ہیں جن سے مسئلہ کی مزید وضاحت ہوجائے گی۔

دائمی افتاء کمیٹی سعودی عرب کا فتوی:

اس بابت ایک سوال کے جواب میں دائمی افتاء کمیٹی سعودی عرب کے کبار علماء نے درج ذیل جواب دیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ: سلفیت یہ سلف کی طرف نسبت ہے اور سلف سے مراد اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ اور خیر القرون کے ائمہ جن کے لیے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیریت کی شہادت اور بشارت حدیث مبارک میں دی ہے جیسا کہ حدیث ہے: ''**خير القرون قرني ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم.........**'' سب سے بہترین لوگ میری صدی کے لوگ ہیں پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے بعد ہوں گے پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے بعد ہوں گے اور پھر کچھ ایسے لوگ پیدا ہوجائیں گے جن کی گواہی ان کی قسم پر اور جن کا قسم ان کی گواہی پر سبقت لے جائے گا۔

اور سلفیون یہ سلفی کی جمع ہے جو سلف کی طرف نسبت ہے اور اس کا معنی گزر چکا ہے اور اس سے مراد وہ لوگ جو سلف کے منہج پر کتاب وسنت کی اتباع، اس کی طرف دعوت اور عمل کی روشنی میں قائم اور دائم ہیں اور اسی پر چلتے ہیں چنانچہ اس کی وجہ سے یہ لوگ اہل السنہ کہلانے کے حقدار ہوئے۔ اور توفیق دینے والا اللہ رب العالمین ہے۔ وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی الہ وصحبہ وسلم (فتاوی اللجنۃ الدائمۃ: 3/349)

معروف سعودی عالم دین علامہ شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ کا فتوی:

علامہ شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ لکھتے ہیں: سلفیت یہی

فرقہ ناجیہ ہیں اور یہی اہل سنت والجماعت ہیں یہ کوئی گروہ نہیں بلکہ یہ جماعت ہے جو سنت اور دین پر قائم ہیں اس لیے یہ اہل سنت والجماعت ہیں، پیارے نبی ﷺ نے بیان فرمایا کہ:''لا تزال طائفة من أمتى ظاهرين على الحق منصورة''.

میری امت میں سے ایک گروہ برابر حق پر قائم رہے گا وہ لوگ جو ان کو بے یار و مددگار چھوڑیں گے اور ان کی مخالفت کریں گے ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

اور دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے بیان فرمایا کہ:

''ستفترق امتي على ثلاث و سبعين فرقه كلها في النار الا واحدة قالوا من هي رسول الله قال من كان على مثل ما أنا عليه اليوم و اصحابى''.

یہ امت 73 فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی سب جہنم میں جائیں گے سوائے ایک کے صحابہ کرام نے پوچھا کہ یہ کون سے لوگ ہوں گے؟ تو آپ نے بیان فرمایا کہ وہ لوگ جو میرے طریقے پر اور میرے صحابہ کے طریقے پر آج قائم اور دائم ہیں۔

چنانچہ سلفیت یہ وہ گروہ ہے جو سلف صالحین کے منہج پر اس زمانے سے ہیں جب سے اللہ کے نبی ﷺ ہیں اور یہ کوئی فرقہ کوئی پارٹی اور کوئی گروہ نہیں ہے جیسے کہ آج کے زمانے میں لوگ گروہ بناتے ہیں بلکہ یہ اللہ کے نبی ﷺ کے زمانے سے ایک بہت ہی قدیم جماعت ہے اور صدیوں میں یہ ہر جگہ جاری اور ساری رہی ہے اور برابر قیامت تک یہ حق پر غالب رہے گی جیسے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے بیان فرمایا ہے۔(محاضرہ الشیخ فی حوطہ سدیر عام 1416ھ بعنوان" التحذیر من البدع" الشریط الثانی)

عالم اسلام اور مدینہ منورہ کے معروف محقق شیخ محمد امان الجامی رحمہ اللہ کا فتوی: معروف محقق شیخ محمد امان الجامی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: کہ گزشتہ سطور سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ سلفیت کا مفہوم ایک مشہور و معروف اصطلاح بن چکا ہے جو نبی ﷺ کے اولین گروہ مقدس کے طریقے پر بولا جاتا ہے اور ان لوگوں پر جو علم اور فہم دین اور اس کی طرف دعوت میں ان کی پیروی کرتے ہیں چنانچہ یہ کسی تاریخی زمانے کے ساتھ محصور نہیں ہے بلکہ اس کا معنی اور مفہوم عہد رسالت سے جاری اور ساری ہے اور اسی پر فرقہ ناجیہ کا انحصار بھی ہے اور یہی لوگ اس منہج کے ماننے والے ہیں جو حدیث اور سنت کی خدمت کرنے والے ہیں اور برابر یہ گروہ قیامت تک قائم رہے گا جیسے کہ پیارے نبی ﷺ نے بیان فرمایا کہ: "لا تزال طائفة من امتي ظاهرين على الحق''. میری امت میں ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا وہ لوگ جو ان کی مخالفت کریں گے یا انہیں بے یار و مددگار چھوڑیں گے کوئی ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔(الصفات الالهيہ 64-65)

برصغیر کے معروف محقق ڈاکٹر رضاء اللہ مبارک پوری رحمہ اللہ کا بیان: برصغیر کے معروف محقق ڈاکٹر رضاء اللہ محمد

ادریس مبارک پوری رحمہ اللہ اپنی کتاب" سلفیت کا تعارف" میں تحریر فرماتے ہیں اگر ہم اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ سلفیت یا سلفی دعوت کا مفہوم خالص اسلام اور سنت نبوی کی دعوت ہے اور اس اسلام کی طرف واپس لوٹنے کی دعوت ہے جو اسلام نبی اکرم ﷺ لے کر اس دنیا میں تشریف لائے تھے اور جس کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے آپ سے حاصل کیا تھا اگر سلفیت کا یہی مفہوم ہے اور حقیقتا یہی ہے بھی تو سلفی دعوت حق ہے اس کی طرف انتساب بھی حق ہے لہذا سلفی نسبت اختیار کرنے میں شرعی اعتبار سے کوئی قباحت نہیں۔ ایسے شخص کے بارے میں جو یہ کہتا ہے کہ میں مذہب سلفی پر قائم ہوں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں: ایسے شخص کو مطعون نہیں کیا جائے گا جو مذہب سلف کے التزام کو ظاہر کرتا ہے اور مذہب سلف کی طرف اپنا انتساب کرتا ہے بالاتفاق اس کی اس بات کو قبول کیا جائے گا اس لیے کہ سلف کا مذہب حق ہے۔ (مجموع فتاوی 4/149) اور موصوف خود اپنی بعض تصنیفات میں ان لوگوں کو جو اللہ تعالی کی فوقیت یعنی اس کے مستوی علی العرش ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں سلفی لقب سے یاد کیا ہے اسی طرح علامہ ذہبی بھی شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ابن تیمیہ نے سنت نبوی اور سلفی طریقے کی حمایت کی اور اس کے لیے ایسے دلائل اور مقدمات سے احتجاج کیا جو ان سے پہلے کسی سے بھی بن نہ آئے تھے۔ (مقالات داؤد غزنوی صفحہ 231-255) اور آگے تحریر فرماتے ہیں کہ ایک محقق ڈاکٹر محمد باکریم لفظ سلفیت کے استعمال پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اس نسبت کے استعمال پر میں نے قدیم وجدید کسی ایسے عالم کو نکیر یا اعتراض کرتے ہوئے نہیں پایا جو بذات خود سنت کا التزام کرتا ہو اور سنت کی طرف دعوت دیتا ہو۔ اس اصطلاح کو استعمال کرنے یا اس کی طرف انتساب کے جواب میں کم از کم اتنا تو ضرور ہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ ایک اصطلاح ہے اور اصطلاح کے اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں جب کہ واضح طور پر یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اصلا اس کا معنی درست ہے جیسے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے نقل کیا جا چکا ہے۔

(دیکھیے کتاب سلفیت کا تعارف / از ڈاکٹر رضاء اللہ محمد ادریس مبارک پوری ص 40-42)

عصر حاضر کے معروف محدث اور عالم اسلام کے مشہور محقق علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کا دو ٹوک بیان:

عالم اسلام کے معروف محدث علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ اس بابت لکھتے ہیں: جب آپ سے سوال کیا گیا کہ سلفی نام رکھنا کیا یہ ایک ایسی دعوت نہیں جس میں حزبیت یا طائفیت اور مذہبیت کی بو آتی ہے تو آپ نے اس کے جواب میں بیان فرمایا کہ سلف کا لفظ عربی زبان اور شریعت کی اصطلاح میں مشہور اور معروف ہے اور یہاں ہمیں شرعی ناحیہ سے بحث کی ضرورت ہے چنانچہ اللہ کے نبی ﷺ سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ نے مرض الموت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے بیان فرمایا: ”فاتق الله واصبري

ونعم السلف انا لك" اور اسی طریقے سے علماء نے لفظ سلف کا استعمال بکثرت کیا ہے جس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں اور یہ وہ چیز ہے جس کے ذریعے سے یہ بدعت سے لڑائی لڑنے میں حجت پکڑتے ہیں اور ہر بھلائی سلف کی اتباع میں ہے اور ہر برائی اس بدعت میں ہے جو بعد کے لوگوں نے ایجاد کی ہے لیکن بعض لوگ یہ دعوی کرتے ہیں کہ اس نسبت کی کوئی اصل نہیں ہے اور یہ کہنے لگتے ہیں کہ کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس کی طرف نسبت کرے اور اپنے آپ کو سلفی کہے گویا کہ وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ یہ کہے کہ میں سلف صالحین کی اتباع کرتا ہوں اس چیز پر جس پر وہ عقیدہ عبادت اور معاملات واخلاق میں قائم تھے اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اس طرح کا انکار اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ آدمی اسلام اور صحیح دین سے جس پر سلف صالحین قائم تھے گویا کہ براءت کا اظہار کر رہا ہے حالانکہ حدیث میں یہ بات موجود ہے کہ: "**خير القرون قرني ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم......**" سب سے بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے پھر وہ لوگ ہیں جو اس کے بعد ہیں....

چنانچہ کسی بھی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ سلف صالحین کی طرف انتساب کرنے سے براءت کا اظہار کرے۔ اور آگے لکھتے ہیں کہ رہی بات اس نسبت کی کہ سلف صالحین کی طرف انتساب کیا جائے تو یہ نسبت عصمت اور محفوظ رہنے کی نسبت ہے جس کے بارے میں اللہ کے نبی ﷺ نے فرقہ ناجیہ کی علامات میں ذکر فرمایا ہے کہ وہ لوگ اس راستے کو پکڑ کر رکھیں گے جس پر اللہ کے نبی ﷺ اور جس پر صحابہ کرام تھے چنانچہ جو اس طریقے کو اختیار کرے وہ یقینا ہدایت پر ہے اور ظاہری بات ہے کہ اس لفظ سے یہ بات واضح طور پر سمجھ میں آتی ہے کہ گویا کہ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میں ایسا مسلمان ہوں جو کتاب وسنت کی پیروی کرنے والا اور سلف کے مذہب پر چلنے والا ہے۔ (مجلہ الاصالہ العدد التاسع ص 86-87)

اس طرح کے متعدد فتاوے اور بیانات اہل علم نے اپنی کتابوں میں بڑی صراحت کے ساتھ ذکر کیے ہیں جن سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ سلفیت یہ ایک مشن، ایک منہج اور عقیدے کا نام ہے جو اللہ کے نبی ﷺ کے زمانے سے کتاب اور سنت کی اتباع اور صحابہ کرام اور خیر القرون کے زمانے سے پیارے نبی ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے اور اس کو مضبوطی سے تھامنے اور اس کی نشر اشاعت کرنے خاص طور پر قرآن وحدیث کی دعوت کو عام کرنے کی شکل میں بعد کی صدیوں میں ائمہ اربعہ اور دیگر محدثین اور امت کے اُجلہ علماء نے اختیار کیا اس لیے منہج سلف کی طرف انتساب کرنا شرعاً اور عقلاً دونوں جائز اور درست ہے بلکہ اہل فرق اور مختلف احزاب اور گروہوں کے بیچ میں یہ انتساب قابل فخر اور باعث شرف ہے۔ ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

آئینۂ جمعیت و جماعت

جمعیت کی دعوتی و تعلیمی سرگرمیاں

ادارہ

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کا دعوتی شعبہ نہایت ہی اہم اور نمایاں ہے جس کے تحت ہفتہ واری و پندرہ روزہ اور ماہانہ دروس و اجتماعات ممبئی و بیرون ممبئی کے مختلف مساجد میں منعقد ہوتے ہیں جو الحمدللہ بحسن وخوبی جاری وساری ہیں اور لوگ اس سے مستفید بھی ہو رہے ہیں۔ گزشتہ مہینوں کی دعوتی و تعلیمی سرگرمیاں درج ذیل ہیں:

تعلیمی مسابقہ وانعامی پروگرام:

مسابقہ ایک تحریک ہے، ایک مہمیز ہے، اس سے طلبہ میں حرکت ونشاط پیدا ہوتی ہے، ان کے دماغوں میں خوب سے خوب تر کا سودا سماتا ہے، جہد مسلسل کی جوت جاگتی ہے، صلاحیتوں کو پڑھنے اور پروان چڑھانے کا موقع ملتا ہے، مدارس اپنے طور پر مسابقے کرتے ہیں وہ بھی کثیر النفع ہوتے ہیں لیکن وہ مسابقہ جو کئی مدارس کے طلبا کو اپنی صلاحیت اور محنت کو آزمانے کا موقع فراہم کرتا ہے، ایک دوسرے سے تبادلے کی خوشگوار ساعت ہوتی ہے، وہ باذوق طلبہ میں مزید نکھار لاتا ہے، جب گونا گوں لیاقتیں رو برو ہوتی ہیں تو علمی خوبیوں سے استفادے کا ایک صحتمندانہ عمل وجود میں آتا ہے، گویا یہ مختلف مدارس کے طلبہ کا ایک ملتقی بن جاتا ہے جو بین المدارس ہم آہنگی کو فروغ دیتا ہے، صوبائی جمعیت اہلحدیث ممبئی کا مسابقہ علمیہ الحمدللہ ان مقاصد وعزائم کو مدنظر رکھتا ہے، نیز ائمہ وخطباء کے لیے مسابقہ اس کی وسعت ومعنویت کو بڑھاتا ہے۔ امامت وخطابت، دعوت وتبلیغ، اصلاح وارشاد کا عملی میدان ہے، اس کی کارکردگی وتاثیر کو یقینی بنانا جمعیت کی ترجیح ہے، مسابقہ پورے وقار کے ساتھ جامع مسجد اہل حدیث کاپڑیا نگر کرلا (ویسٹ) ممبئی میں ۲۷/اکتوبر بروز اتوار صبح ۹/بجے سے منعقد ہوا اور رات ۱۰/بجے تک جاری رہا۔ بعد نماز عصر شیخ عبدالوہاب السورتی اور شیخ ابوزید ضمیر حفظہما اللہ نے بڑے قیمتی مواعظ پیش فرمائے۔ اول الذکر خطیب نے اہل حدیث کی تاریخ کا وہ پہلو بہت نکھار کر پیش کیا جو حفظ قرآن، حفظ متون، اور ائمہ وخطباء کے کردار سے متعلق تھا۔

پھر غیرت جماعت سے حالیہ کشمکش کو جوڑ کر ثانی الذکر خطیب نے بڑی قیمتی باتیں پیش کیں جو سننے اور عمل سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس میں جہاں ''ہی'' اور ''بھی'' والا فساد واضح کیا گیا وہیں منہج ومسلک کے عنوان سے آپس میں جو نامناسب انداز وجود پاجاتا ہے اس پر بھی روشنی ڈالی گئی۔

اسی طرح مسابقہ کے حکم صاحبان اور شہر ممبئی کے مخصوص موقر علمائے کرام نے اپنے تاثرات پیش کئے۔ نیز مہمان خصوصی شیخ اصغر علی امام مہدی سلفی/حفظہ اللہ (امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند) نے اپنے تاثرات میں اس مسابقے کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے اس کی افادیت کو بیان کیا نیز جماعت وجمعیت کی کاز کو سراہتے ہوئے سب کو مل کر تن من دھن سے مزید کام کرنے کی تلقین کی۔

محترم قارئین! مسابقوں میں معجزوں، کرشموں اور اتفاقات

کے حادثاتی نتائج نہیں ہوتے بلکہ طلب صادق اور جہد مسلسل کی ایک فصل تازہ ہوتی ہے جس کی پشت پر عرق انفعال اور روغن دماغ ایندھن بن چکے ہوتے ہیں،صوبائی جمعیت اہلحدیث ممبئ کے تعلیمی انعامی مقابلہ میں بعض طلبہ کے ساتھ ائمہ مساجد نے بھی تاریخ ساز کامیابی حاصل کی، یہ کیسے ممکن ہے کہ محنتیں رنگ نہ لائیں، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کوششیں رائیگاں چلی جائیں،مسابقوں میں انعام حاصل کرنے اور مقابلوں میں اولوالعزم طلبہ میں اپنے ہدف کو پانے کی ایک دھن سوار ہوتی ہے،ایک سودا سمایا ہوتا ہے، یقینا یہ آسان نہیں ہوتا ہے لیکن محنت،لگن، جوش،مہم جوئی،حوصلہ مندی اور عزم راسخ ہوتو پہاڑوں کی چوٹیاں بھی قدم بوسی کرتی ہیں الحمدللہ طلبہ کیے ساتھ ساتھ علماء وائمہ مساجد نے بھی کافی محنت ولگن سے تیاری کی اور کامیابیوں سے ہمکنار ہوئے۔

مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ کا یک روزہ دورۂ علمیہ اختتام پذیر

مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ جماعت اہل حدیث کا ایک معروف دینی ودعوتی ادارہ ہے، جوتقریبا چونتیس سالوں سے خطہ کوکن میں خالص کتاب وسنت کی ترویج واشاعت کے لئے کوشاں ہے،جس کا بنیادی مقصد لوگوں کو درست دینی رہنمائی فراہم کرنا،ان کے عقیدہ وعمل کی اصلاح کی کوشش کرنا،انہیں سلف صالحین کے منہج سے وابستہ کرنا ہے،اسی ہدف کے پیش نظر ماہانہ اجتماعات،علمی دورات ، ہفتہ واری اور یومیہ دروس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

اسی دعوتی مناسبت سے مورخہ ۳؍نومبر ۲۰۲۴ء بروز اتوار صبح ۹:۳۰ تا مغرب، ضلعی جمعیت اہل حدیث رتناگری کی زیر سرپرستی، مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ کھیڈ کے زیر اہتمام ،راہ سلف کے معنی ومفہوم ،اس کی حقانیت، بنیادی اصول، امتیازات اور خصوصیات کی وضاحت کی غرض سے طلبہ وعوام کے لئے یک روزہ دورۂ علمیہ بعنوان: ’’راہ سلف‘‘ کا انعقاد کیا گیا۔

جس میں فضیلۃ الشیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ (داعی وباحث صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئ) نے اپنی تالیف کردہ کتاب ’’راہ سلف‘‘ کی بہترین اور جامع انداز میں شرح پیش فرمائی ۔ایسی شرح جس میں مخاطبین کے مستوی کی مکمل رعایت موجود تھی ۔یقیناً مشارکین نے اس دورہ علمیہ سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔

اس دورعلمیہ میں شیخ نے درج ذیل نکات کی وضاحت فرمائی: ’’راہِ سلف، اور منہج سلف کا معنیٰ ومفہوم، راہ سلف اور سلفیت کیا ہے؟، سلفی کون ہیں؟ ،نسبتِ سلفیت کی بابت ایک شبہہ کا ازالہ، راہِ سلف کی حقانیت، راہِ سلف کے پیروکاروں کے القاب اور صفاتی نام، راہِ سلف کی پیروی واجب ہے،عقیدہ کے باب میں راہِ سلف کے اہم امتیازی اصول، راہ سلف کی اہم امتیازی خصوصیات، راہِ سلف کے اہم دعوتی اصول، اور راہِ سلف کی پابندی کے نیک نتائج اور ثمرات‘‘۔

اس دورہ علمیہ کو جو بغور سنے گا وہ راہِ سلف، اور منہج سلف کے صحیح معانی ومفاہیم کو جان لے گا اور اسی طرح اس مشن کے خلاف باطل پروپیگنڈوں اور شکوک وشبہات سے اپنے آپ کو بچا لے گا۔ان شاءاللہ

اس دورہ علمیہ میں مقرر کردہ کتاب ’’راہ سلف‘‘ نامی کتاب کا مطبوعہ نسخہ بھی اردو اور ہندی میں طلبہ ومشاکین کے درمیان تقسیم کی گئی۔

اور الحمدللہ اس دورۂ علمیہ میں تقریباً ۹۰؍لوگوں نے شرکت کی ۔اور شیخ کے قیمتی دروس سے مستفید ہوئے۔

اللہ تعالی جملہ حاضرین ومعاونین کی کوششوں کو قبول کرے اور اس کا دنیا وآخرت میں بہتر بدلہ عطا فرمائے۔

۳۵؍ویں آل انڈیا اہل حدیث ’احترام انسانیت‘ کانفرنس

دہلی میں شرکت:

۳۵/ویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس میں امیر محترم شیخ عبدالسلام سلفی/حفظہ اللہ نے تاثرات کلمات پیش کرتے ہوئے امیر محترم شیخ اصغر علی امام مہدی حفظہ اللہ اور دیگر ذمے داران، اکابرین اور حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

- آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس: تجدیدِ ایمان، علماء سے ملاقات، اور جماعتی اتحاد کا ایک عظیم مظہر ہے۔
- علماء کا علماء سے ملنا، علماء جو علماء کی قدر جانتے ہیں، ان کے مقام اور حیثیتوں کو جانتے ہیں، علماء سے محبتیں کرنے والے حقیقت میں علماء ہی ہوتے ہیں۔ تو ان سے ملاقات جماعتی نسبت پر، مسلک کی نسبت پر، عقیدے کی نسبت پر، دین اور علم کی نسبت پر، دعوت کی نسبت پر، یہ بہت عظیم چیز ہے، یہ چیز ہم کہیں نہیں پا سکتے، نہ کہیں یہ چیز دیکھی جاتی ہے۔
- آج سوشل میڈیا کے دور میں لوگ ایک دوسرے کو سنتے رہتے ہیں، اور اسکرینوں پر دیکھتے رہتے ہیں، لیکن جب ملتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ لوگ واقعی ایک دوسرے سے بالمشافہ ملنا چاہتے ہیں۔ یہ بہت بڑی چیز ہے، ہمارے آپ کے اہلِ علم، علماء، اہلِ جماعت اور جمعیت کے بیچ میں یہ بہت بڑی بات ہے۔ یہ جماعت اور جمعیت سے محبت کی دلیل ہے۔
- مختلف مذاہب کے نمائندگان کو مخاطب کرتے ہوئے تالیفِ قلب کرتے ہوئے فرمایا: ابھی بہت اچھی بات لگی کہ مجھ سے پہلے بدھ مذہب کے دھرم گرو نے جو کہی، کہ ہم سننے کے بعد جو کچھ سنیں اسے اپنی زندگی میں نافذ کریں۔
- اہل حدیث کا مقام اور احترام انسانیت کو واضح کرتے ہرئے فرمایا: میں نے کہیں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی ایک بہت عظیم بات دیکھی اور پڑھی، وہ کہتے ہیں کہ:

"أهل السنة هُمْ أَعْلَمُ بِالْحَقِ وَأَرْحَمُ بِالْخَلْقِ".

اہل سنت حق کے بارے میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں، (اور اسی وجہ سے) وہ مخلوقات پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے بھی ہیں۔ [منھاج السنۃ النبویۃ: ۱۵۸/۵]

نیز آپ نے فرمایا اور اہلِ سنت حقیقت میں اہلِ حدیث ہیں، اور یہی اہلِ حدیث ہی اصل اہلِ سنت ہیں۔

- احترام انسانیت کے سلسلے میں اہل علم کی بنیادی ذمہ داری اور فریضہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: اس موقع پر ایک بات اور کہوں گا کہ احترامِ انسانیت کے نام پر دینی اصولوں کے ساتھ کھلواڑ نہیں ہونا چاہئے۔ یقیناً احترامِ انسانیت اسلام کا ایک بنیادی پہلو ہے، اور اس کے تصور کو واضح کرنا، اس کے دائرۂ کار کو واضح کرنا اہلِ علم کی بنیادی ذمہ داری ہے، بلکہ فریضہ ہے۔

اسی طرح احترامِ انسانیت' اسلام کا ایک بنیادی پہلو ہے، اس کے دائرۂ کار کو واضح کرنا بہت ضروری ہے۔

کیونکہ یہ بڑا نازک موضوع ہے۔ وقت کے تقاضے کا یہ جیسے سب سے بڑا بنیادی اور اہم موضوع ہے، ویسے ہی اس کے پہلوؤں پر نظر رکھنا، غور کرنا، اس کو سمجھنا، سمجھانا' اس سے زیادہ اہم موضوع ہے۔ کیونکہ کہیں احترامِ انسانیت کے نام پر عقیدہ برباد نہ ہو، توحید برباد نہ کی جائے، ولاء اور براء کے اصول کو ختم نہ کر دیا جائے اور دین کو کھیل نہ بنا دیا جائے، اور کہیں انسانیت اور رواداری کے نام پر دین کے ساتھ تلاعب نہ ہونے لگے۔ اس ناحیہ سے یہ بہت نازک مسئلہ ہے، اس لیے میں اپنے علماء سے، دعاۃ سے، جماعت کے ملک و بیرونِ ملک کے ذمہ داروں سے، جو اسلام کی دعوت اور سلفی دعوت کے مزاج سے واقف ہیں اور اس کی نزاکتوں کو سمجھتے ہیں، ان سے درخواست کروں گا کہ اس کے دائرے پر بات کریں، تاکہ لوگ اور ہم سمجھ سکیں کہ احترامِ

انسانیت کا صحیح معنی کیا ہے۔ احترام انسانیت کا سب سے بڑا تقاضا اور فلاح و بہبود کا انحصار: دعوتِ توحید پر ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ قُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوا". اے لوگو! کلمۂ توحید پڑھتے ہوئے کہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ [مسند أحمد: ۱۹۰۰۴، ۲۳۱۹۲، صحیح ابن حبان: ۲۳۱۷، صحیح ابن خزیمہ: ۱۸۹، وصححہ الوادعی وغیرہ]

اسی طرح اسی کانفرنس میں ''احترامِ انسانیت اور اس کے حدود'' کے موضوع پر مختصر خطاب کرتے ہوئے داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی فضیلۃ الشیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ نے فرمایا: اس عظیم الشان کانفرنس کے انعقاد پر، اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد اور شکر کے بعد، امیر محترم کے شکریے اور انہیں مبارکبادی کے بعد، اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم سے ''کانفرس'' کا جو موضوع ہے، اس کے نکات دو تین منٹ میں آپ کے سامنے پیش کر دیتا ہوں۔

● اس موضوع سے متعلق سب سے اہم بات یہ ہے کہ انسانیت کا احترام کیا جائے۔ اور انسانیت کا احترام، انسانیت کی بنیاد پر کہاں تک کیا جائے گا؟ اس کا دائرہ اللہ کی کتاب اور نبی اکرم ﷺ کی سُنَّت میں مقرر کر دیا گیا ہے۔

● انسانیت کا دائرۂ احترام انسانیت کے حدود تک ہے۔ جیسے: جان کا مسئلہ ہے، مال کا مسئلہ ہے، عزت کا مسئلہ ہے، عقل کا مسئلہ ہے، یا صحت وتندرستی، اور بھوک اور پیاس کا مسئلہ ہے۔ ان تمام معاملات میں انسانیت کا احترام آخری حد تک کیا جائے گا۔ ورنہ اصل احترام وہ ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو صحیح توحید کے عقیدے کے ساتھ عطا فرمایا ہے۔ سب سے بڑا احترام اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانیت کے ساتھ یہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" سے پہچان کروائی اور اپنی معرفت عطا فرمائی۔ کہ: میں خالق و مالک ہوں۔ میری عبادت ہونی چاہیے۔ میں سب کچھ تمہیں دیتا ہوں۔ تمہارے سر صرف میرے سامنے جھکنے چاہئے اور تمہاری ہدایت اور رہنمائی کے لیے ہمارا نبی ہے، ہماری کتابیں اور صحیفے ہیں، جو تمہارے پاس آئے ہوئے ہیں۔ یہ تمہاری اصل چیز ہے جس کے ذریعے تمہارا احترام ہوسکتا ہے۔ اسی اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو اسی لیے بھیجا تاکہ اپنی توحید کا پیغام اپنے بندوں تک پہنچائیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے زیادہ اپنے بندوں کا احترام کوئی نہیں کرنے والا ہے، اور سب سے بڑا احترام یہ ہے کہ اللہ نے اپنے بندوں کو توحید عطا فرمائی۔

● اسی طرح رسالت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کے لیے سب سے بڑا احترام ہے، جس کے ذریعے وہ اللہ تعالیٰ کو پہچان سکیں، اس کی مرضیات کو پہچان سکیں، اس کی ناراضگی کو پہچان سکیں، حق اور باطل کو پہچان سکیں، اپنی بھلائی کو، اپنے نقصان کو، فساد کو، صلاح کو پہچان سکیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے اور یہی اصل احترامِ انسانیت ہے، اس لیے ہمارا احترامِ انسانیت کا دائرہ کبھی بھی حدود سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے۔

اللہ کے کلام کی آیات، اور اللہ کے نبی ﷺ کی حدیثیں اس سلسلے میں بے شمار ہیں جنھیں یہاں مختصر وقت میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

اور دعائیہ کلمات اور منتظمین کے شکریہ کے ساتھ آپ نے خطاب مکمل کیا۔

۱۶/نومبر بروز سنیچر صفہ للبنات ممبرا میں صوبائی جمعیت اہل حدیث کے داعی و باحث شیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ نے ''منہج سلف کی خصوصیت'' جیسے اہم موضوع پر خطاب کیا۔

۱۷/نومبر کو صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی و باحث شیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ نے سیتا پھل واڑی، مجگاؤں کی

مسجد اہل حدیث میں ''زندگی کا مقصد'' جیسے اہم موضوع پر خصوصی درس دیا جس میں اہم مقصد اللہ کی عبادت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ جن وانس دونوں کی تخلیق کا سب سے اہم مقصد ہے اس لیے انسانوں کو اپنی زندگی کے اس تخلیقی مقصد کو سمجھتے ہوئے اسی ڈگر پر قائم رہ کر کے اپنی زندگی کے اصلی مقصد کے حصول کے خاطر دنیا میں زندگی گزارنا چاہیے تاکہ آخرت کی حقیقی زندگی سنور سکے اور کامیابیوں سے ہمکنار ہو سکے۔

۲۲/نومبر مسجد اہل حدیث سی بلاک الہاس نگر میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی وباحث شیخ عنایت اللہ مدنی/حفظہ اللہ نے ''مسلم بچیوں کا ارتداد'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

۲۳/نومبر ۲۰۲۴ء جماعت کے موقر عالم دین فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن مدنی/حفظہ اللہ کا ہلائی گھانچی جماعت خانہ پائدھونی ممبئی میں ایک بہت ہی اہم موضوع ''علامہ محمد جونا گڑھی حیات وخدمات'' پر اہم خطاب ہوا جس میں شیخ محترم نے علامہ محمد جونا گڑھی رحمہ اللہ کی زندگی کے اہم پہلوؤں پر اپنی مخصوص انداز میں روشنی ڈالی اور لوگوں کو آپ کی زندگی سے نصیحت حاصل کرنے کی تلقین کی۔

۲۴/نومبر ۲۰۲۴ء بروز اتوار صبح ۱۰/بجے تا ۱/بجے جامع مسجد اہل حدیث الفرقان گلوبل ویلیج شیل، ممبرا میں شیخ ظفر الحسن مدنی/حفظہ اللہ کی صدارت میں ''اسلام میں مساجد کا کردار'' جیسے اہم عنوان پر ایک اجتماع رکھا گیا جس میں فضیلۃ الشیخ محمد رحمانی مدنی/حفظہ اللہ نے ''سلفی دعوت کے فروغ میں مساجد کا کردار'' جیسے اہم موضوع پر خطاب کیا اور شیخ ابوزید ضمیر پونہ/حفظہ اللہ نے ''مساجد کے حقوق وآداب پر'' اپنے مخصوص انداز میں روشنی ڈالی جبکہ فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن مدنی/حفظہ اللہ نے اپنی صدارتی خطاب ''میں فتنوں سے تحفظ میں مساجد کا کردار'' جیسے اہم موضوع پر بالتفصیل گفتگو کی۔

اسی طرح ۲۴/نومبر بروز اتوار مسجد اہل حدیث سوداگر محلہ بھیونڈی میں عصر تا ۱۰/بجے شب فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی/حفظہ اللہ امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی صدارت میں ایک اہم اجلاس کا انعقاد ہوا جس میں شیخ ظفر الحسن مدنی/حفظہ اللہ نے قران وسنت کی روشنی میں لوگوں کو بہت ہی اہم نصیحتوں سے نوازا۔

۲۴/نومبر مدرسہ احسن البنات کرلا ہلاؤ پل میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی وباحث شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی/حفظہ اللہ نے ''دور حاضر میں مسلمانوں کی ذمہ داریاں'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

۲۹/نومبر الہاس نگر الحکمہ ایجوکیشنل سوسائٹی کے تحت امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی شیخ عبدالسلام سلفی کی صدارت میں ایک اجلاس عام کا انعقاد ہوا جس میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی وباحث شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی/حفظہ اللہ نے ''علم دین اور غیر علماء کا فتنہ'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

۳۰/نومبر و ۱/دسمبر کو شہر مینگلور کا صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی وباحث شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی/حفظہ اللہ نے ایک دورہ کیا جس میں چند مدارس میں حاضر ہو کر وہاں کے طلباء کو خصوصی نصیحتیں کیں۔

۸/دسمبر کو مسجد اہل حدیث جلیل کمپاؤنڈ دھاراوی میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی وباحث شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی/حفظہ اللہ نے قرآن وسنت کی روشنی میں خصوصی خطاب کیا۔

۸/دسمبر ۲۰۲۴/کو مدرسہ شمس العلوم مہادیو نیپال میں امیر محترم فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی/حفظہ اللہ نے خطبہ نکاح میں ''تقوی کی اہمیت'' پر روشنی ڈالی اور فرمایا کہ تقوی کا معنی ہے کہ آپ زندگی کے تمام مراحل میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی

اطاعت وفرمانبرداری اور اتباع کرتے ہوئے زندگی گزاریں چاہے خوشی کا موقع ہو یا غمی کا ہر حال میں مسلمان کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی تعلیم دی گئی ہے لہٰذا انسان کو خوشی اور غمی دونوں موقعوں سے کتاب وسنت کی تعلیمات کو سامنے رکھتے ہوئے زندگی گزارنا چاہیے اسی میں دنیا اور آخرت دونوں کی کامیابیاں مضمر ہیں۔

اسی طرح ۸/دسمبر ۲۰۲۴ء ہی کو مسجد اہل حدیث مہاپولی نیپال میں امیر محترم شیخ عبدالسلام سلفی/حفظہ اللہ نے درس قرآن پیش کرتے ہوئے ''توحید کی عظمت'' کو بیان کیا اور لوگوں کو توحید پر قائم رہنے اور استقامت کے ساتھ توحید کو مضبوطی سے تھامے رہنے اور حرز جاں بنانے کی تلقین۔

۹/دسمبر ۲۰۲۴ء صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی وباحث فضیلۃ الشیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی/حفظہ اللہ نے مسجد اہل حدیث گورے گاؤں رائے گڑھ میں ایک اہم موضوع ''دور حاضر میں منہج اہل حدیث کی دعوت اور اس کے دفاع کی ضرورت'' پر بڑے ہی اچھے انداز میں خطاب فرمایا۔

۱۴/دسمبر اورنگ آباد کے ایک اہم پروگرام میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی وباحث فضیلۃ الشیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی/حفظہ اللہ نے ''بدعت اور اس کے نقصانات'' کے عنوان پر اہم خطاب پیش کیا۔

۱۵/دسمبر بابگلا ضلع رائے گڈھ میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی وباحث فضیلۃ الشیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی/حفظہ اللہ نے ''حلال وحرام کمائی'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

۲۰/دسمبر بروز جمعہ بعد نماز عصر تا عشاء کرگہ مسجد بھیونڈی فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی/حفظہ اللہ امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی صدارت میں ایک اجلاس عام کا انعقاد ہوا جس میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی وباحث عنایت اللہ مدنی/حفظہ اللہ نے بھی شرکت کی اور ''اصلاح معاشرہ کی بنیادوں پر'' قرآن وسنت کی روشنی میں اہم خطاب فرمایا۔

۲۱/دسمبر ساگرے کوکن میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی وباحث عنایت اللہ مدنی/حفظہ اللہ نے ''اصلاح سماج توحید وشرک اور نشہ خوری'' پر ایک خطاب کیا۔ جبکہ ۲۲/دسمبر پانچل کوکن میں ''فاستبقوا الخیرات'' پر خطاب کیا۔

۲۳/دسمبر بروز پیر مسجد اہل حدیث محمدیہ مسلم نگر کمہارواڑا دھاراوی میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی شیخ فیض الرحمن رحمانی/حفظہ اللہ نے ''نوجوانوں کی اہمیت اور ان کی چند ذمہ داریاں'' جیسے اہم موضوع کے تحت قرآن وسنت کی روشنی میں خطاب فرمایا اور نوجوانوں کے مقام ومرتبے کو بیان کر کے انہیں ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلایا اور چند نصیحتوں سے نواز۔

۲۶/دسمبر مدرسہ احسن البنات دھاراوی میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی وباحث عنایت اللہ مدنی/حفظہ اللہ نے ''اخلاق حسنہ'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

۲۷/دسمبر بروز جمعہ مسجد اہل حدیث مدرسہ رحمانیہ الیاس نگر میں شیخ عنایت اللہ مدنی/حفظہ اللہ نے وہاں کی اجلاس میں شریک ہو کر عوام کو قرآن وسنت کی روشنی میں بہترین نصیحتوں سے نوازا۔

۲۸/دسمبر مسجد اہل حدیث دارالقرآن والسنہ چیمبور میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی وباحث عنایت اللہ مدنی/حفظہ اللہ نے ''غیر مسلموں سے مسلمانوں کے روابط'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

اللہ تعالیٰ صوبائی جمعیت کی کاوشوں کو قبول فرمائے اور اسے جماعت وملک کے لئے مفید وثمر آور بنائے۔ (آمین)

اور یہ کہ میرا سیدھا راستہ یہی ہے تو تم اسی پر چلنا اور راستوں پر نہ چلنا کہ (ان پر چل کر) اللہ کے راستے سے الگ ہو جاؤ گے۔ (الانعام: ۱۵۳)

صراطِ مُستقیم کانفرنس

بتاریخ
۵/ جنوری ۲۰۲۵ء
مطابق ۴/ رجب ۱۴۴۶ھ
بروز اتوار
بعد صلاۃ عصر تا دس بجے شب

بمقام
جھولا میدان
مومن پورہ،
بائیکلہ، ممبئی۔

زیر صدارت:
فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ
(امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

خطباء کانفرنس

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبدالقیوم بستوی مدنی حفظہ اللہ (قطر)
فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن مدنی حفظہ اللہ (شارجہ)
فضیلۃ الشیخ ابو رضوان محمدی حفظہ اللہ (مالیگاؤں)
فضیلۃ الشیخ محمد رحمانی سنابلی مدنی حفظہ اللہ (دہلی)
فضیلۃ الشیخ یاسر الجابری مدنی حفظہ اللہ (جدہ)
فضیلۃ الشیخ ابو زید ضمیر حفظہ اللہ (پونہ)

صدر مجلس استقبالیہ
فضیلۃ الشیخ عبدالحکیم مدنی

کنوینر کانفرنس
فضیلۃ الشیخ عنایت اللہ مدنی

نظمائے کانفرنس

فضیلۃ الشیخ انصار زبیر محمدی
فضیلۃ الشیخ ظہیر الدین سنابلی

نوٹ: تمام برادران اسلام سے شرکت کی پرخلوص درخواست ہے۔ خواتین کے لئے بھی کانفرنس گاہ میں انتظام ہے۔

زیر اہتمام:
صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی و مسجد بائیکلہ اہل حدیث جماعت مومن پورہ، ممبئی۔
رابطہ نمبر: 9821890510 / 9892255244